

ہم قدم دم بدم

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ہم قدم

دم بدم

مجموعہ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : ہم قدم دم بدم

(کلام جنوری سنہ ۲۰۲۱ تا مارچ سنہ ۲۰۲۱)

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

مطبع :

سنِ اشاعت : اپریل ۲۰۲۱

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

کمپوزیشن: نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

اپنی اہلیہ ڈاکٹر ریحانہ کے نام

جس نے زندگی کے ہر موڑ پر میرا ہم قدم، دم بدم ہونے کا ثبوت دیا



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ ' بفضلِ خدا ' دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ہم قدم دم بدم

دم بدم ، ہم قدم ، ہم قدم ، دم بدم
سارے مل کر چلیں ، ہم قدم ، دم بدم
ساتھ تیرے چلیں ، سانس کے زیر و بم
دم بدم ، ہم قدم ، ہم قدم ، دم بدم

تُو نے پہنا خلافت کا جب پیرہن
تُجھ سے بیعت ہوئے ہیں سبھی مرد و زن
جو کہے تُو اطاعت کریں مِن و عَن
تُو سلامت رہے تُو رہے خندہ زن

اب ترے ساتھ بڑھتے رہیں گے قدم
ساتھ تیرے چلیں سانس کے زیر و بم
سارے مل کر چلیں ہم قدم ، دم بدم
دم بدم ، ہم قدم ، ہم قدم ، دم بدم

ہم عَلَم لے کے نکلے ہیں اسلام کا
امنِ عالم ، محبّت کے پیغام کا
ہے نہیں وقت کوئی بھی آرام کا
ہم مسلسل چلیں وقت ہے کام کا

اس میں پیچھے رہیں نہ کسی طور ہم
ساتھ تیرے چلیں ، سانس کے زیر و بم
سارے مل کر چلیں ، ہم قدم ، دم بدم
دم بدم ، ہم قدم ، ہم قدم ، دم بدم

ہم خلافت کی مشعل اُٹھائے ہوئے
سب اسی نُور سے ہیں نہائے ہوئے
قافلے دور دیسوں سے آئے ہوئے
کتنے ٹی وی پہ نظریں جمائے ہوئے

جان تُجھ پر نچھاور کریں سارے ہم
ساتھ تیرے چلیں ، سانس کے زیر و بم
سارے مل کر چلیں، ہم قدم ، دم بدم
دم بدم ، ہم قدم ، ہم قدم ، دم بدم

خوں شہیدوں کا کب رائیگاں جائے گا
رنگ و بُو سے نکھر گلستاں جائے گا
اب جہاں تک بھی یہ آسماں جائے گا
آگے بڑھتا ہی یہ کارواں جائے گا

فتح و نصرت ہی چومے گی اس کے قدم
ساتھ تیرے چلیں ، سانس کے زیر و بم
سارے مل کر چلیں، ہم قدم دم بدم
دم بدم ہم قدم، ہم قدم دم بدم

ترتیب

پیش لفظ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری پر ایک طائرانہ نظر

دنیائے محبّت میں اہلِ دل جب اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں جیسا شیلے نے کہا ہے شاعری سے بہتر کوئی ذریعۂ اظہار نہیں۔ اور شاعری کے اسلوب اور پردے میں عشق والے اپنے دل کی واردات بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے میر نے کہا ہے۔

کیا تھا شعر کو پردہ سُخن میں
وُہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا

ہمارے ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب نے یہی فن اختیار کیا اور اپنے جذباتِ محبّت اور احساساتِ دل کو جو اِن کے محبوب سے محبّت کی وجہ سے پیدا ہوئے اپنی شاعری میں سمو دیئے ہیں چاہے وہ محبوبِ حقیقی اللہ کریم، محبوبِ خُدا محمدّ صلّی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلّم، محبوب مسیح الزّماں، محبوب امامِ جماعت ہوں، ہر ایک کی چاہت ان کی شاعری میں چھلکتی ہے۔

آغوش میں تری ہی تو پائی ہے پرورش
اب تُجھ سے دور ہو گئے تو جائیں گے کہاں

اظہارِ حسن باعثِ تخلیقِ کائنات
قلب و نظر ، ہیں محوِ ظہورِ تجلّیات

رونقِ بزم تو ہوتی ہے سدا شمع کے ساتھ
وہ نہ ہو پھر کہاں پروانہ نظر آ جائے

جنابِ ڈاکٹر طارق انور باجوہ کو فنِ شاعری پر عبور حاصل ہے۔ اگرچہ وہ اس میدان میں نئے نئے آئے ہیں لیکن شاعری کی مختلف اصناف پر انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے اور مختلف بحروں میں اپنے فن کو اُجاگر کیا ہے۔

تمہیں جو دیکھنے پائے ہمارا کیا ہو گا
یہ روز ہم سے جو کہتے ہو انتظار کرو

چاند سورج نے بھی خود مل کے گواہی دی ہے
ہم نے خود سے تو نہیں مہدی بنا رکھا ہے

تری اداؤں پہ مر مٹے ہیں تو کیوں نہ دل تیرے نام کر دیں
ہے تیرے احساں کے بادلوں کی یہ تیرا حسن و جمال بارش

مختصر یہ کہ معانی کی جدّت ہو یا الفاظ کا چناؤ یعنی فصاحت و بلاغت کی آمیزش سے ان کی شاعری سجی ہے۔ ہیئت اور مواد کے اعتبار سے بھی، روانی اور مٹھاس کے لحاظ سے بھی ان کی شاعری خوبصورت اور پختہ بروئے فن ہے۔

تم نے عشق ہی کیا ہو گا
یہ جو تم ایسے آہ بھرتے ہو

جب ہم رُکے تو کتنا سکوں پانیوں میں تھا
جب چل دیئے تو کتنے سمندر بپھر گئے

میں تو انجانے میں شاید کہیں لایا تھا اسے
اُس نے وہ پھول کتابوں میں چھپا رکھا ہے

ان کی نظروں میں عداوت کا ہے پردہ ایسا
گھر کے دروازے کو دیوار کہے جاتے ہیں

اُن کی شاعری کے بارہ میں اگر ان کی زبان میں ہی کہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں تو وہ خود کہتے ہیں۔

ذکر کل محفل میں چل نکلا مرے دلدار کا
مل گیا موقع مجھے بھی پیار کے اظہار کا

پروفیسر مبارک احمد عابد
فلاڈلفیا۔امریکہ

۲۴ مارچ۲۰۲۱

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا دوسرا شعری مجموعہ "ہم قدم دم بدم" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ میرے پہلے مجموعۂ کلام "لبِّ لباب" کو جس طور سے پذیرائی ملی اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ لبِّ لباب کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۱، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض ٹیون یاد رہی تھی

جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں شعر آسانی سے کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تا کہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

لبِّ لباب میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس کتاب میں جس کا نام استاذالمکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا ہے یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہے جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اللہ ان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن جزاعطا فرمائے

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن۔۳۱ مارچ۲۰۲۱

غزلیات

جب در پہ تیرے آگئے تو جائیں گے کہاں

جب در پہ تیرے آگئے تو جائیں گے کہاں
آنکھوں کا چین دل کا سکوں پائیں گے کہاں

ہے ہر طرف جو آ رہی ، تعریف میں صدا
ہم اس سے بڑھ کے گیت کوئی گائیں گے کہاں

تیری عبادتوں میں سفر کائنات کا
ہم بھی ہیں رہ میں سجدہ ریز ، جائیں گے کہاں

اپنا لیا جسے کبھی تکریم جان کر
ہم تیری بندگی کو بھول پائیں گے کہاں

گاؤں پہ بھی اثر ہوا ہے انحطاط کا
واپس جو شہر جا چکے وہ آئیں گے کہاں

جسموں کے زخم دیکھ لے دنیا تو کیا کہے
روحیں جو چُور چُور ہیں لے جائیں گے کہاں

آغوش میں تری ہی ، تو پائی ہے پرورش
اب تُجھ سے دور ہو گئے تو جائیں گے کہاں

طارق یہ سالِ نو ہو مبارک تمہیں بہت
بیتی گذشتہ سال جو ، دُہرائیں گے کہاں

اظہارِ حسن ، باعثِ تخلیقِ کائنات

اظہارِ حُسن ، باعثِ تخلیقِ کائنات
قلب و نظر ، ہیں محوِ ظہورِ تجلّیات

ہوش و خرد فقط ، تو کریں وصل کو محال
عشق و جنوں سے طے ہوں یہ سارے معاملات

پائے زمین و آسماں میں ایسے اتّفاق
چشمِ فلک نے دیکھ لئے کتنے معجزات

جب تک نہ ہو تعلّقِ خاطر بنا ہوا
ہم لاکھ چاہیں کوئی بھی بنتی نہیں ہے بات

وہ مان جائے ہم جو رضا اس کی جان لیں
راضی وہ ہو گا جب بہ رضا ہوں گی مرضیات

سیلاب زلزلے کبھی کوئی وبا پڑے
ہوتے ہیں اس طرح کے تو دنیا میں سانحات

جب تک نہ اک کڑی سے ملے دوسری کڑی
ممکن کہاں ہے ، رونما ہوں ایسے واقعات

ہم اس کے راستے میں کھڑے اس طرح رہیں
شاید کبھی کہیں پڑے گی نظرِ التفات

لوگوں کی اس طرف کو توجّہ نہیں مگر
کیا بے وجہ ہیں آفتیں ، بے انت حادثات؟

اب پھر سے ایک مردِ خدا نے کہا یہی
بدلو گے اپنے آپ کو تب پاؤ گے نجات

پہچان جاؤ مقصدِ تخلیق تم اگر
ایمان لا کے اس پہ ،عمل پر کرو ثبات

طارق نظامِ نو کی ضرورت ہے جلد اب
پیغام دو سبھی کو ، بچانی ہے گر حیات

الگ سے حسرتوں کا ہم حساب لکھیں گے

الگ سے حسرتوں کا ہم حساب لکھیں گے
محبّتوں کی کبھی گر کتاب لکھیں گے

کتابِ زیست کے پہلے ورق پہ پیار کے ساتھ
ترے ہی نام کا ہم انتساب لکھیں گے

ہمارا حال تو لکھے بنا عیاں ہو گا
وہ دیکھ کر ہمیں کیا کیا خطاب لکھیں گے

ہوا ہے اس سے تعلّق تبھی تو کہتے ہیں
ہمیں بھی لوگ اب عزّت مآب لکھیں گے

ہمارا نام بھی آئے گا اب کہانی میں
تعارف اپنا رسالے شتاب لکھیں گے

ہمارا ذکر بھی ہو گا کئی کتابوں میں
ہم اپنی مرضی سے لبِّ لباب لکھیں گے

فرشتے لکھ رہے ہیں ہر گھڑی ہمارا حال
کما لیا ہے جو اب تک ثواب لکھیں گے

کہیں پہ کان بھرے ہوں گے ان رقیبوں نے
فرشتے کاہے کو ورنہ عذاب لکھیں گے

ہمارے مہرباں اس تاک میں ہی رہتے ہیں
کہیں جو اس نے اٹھائی نقاب لکھیں گے

ذرا سی بات پہ گھبرا گئے ہو کیوں طارق
ہمارے جی میں جو آیا جناب لکھیں گے

کچھ اشک تو ہوتے ہی چھپانے کے لئے ہیں

کچھ اشک تو ہوتے ہی چھپانے کے لئے ہیں
موتی ہیں جو سجدوں میں لٹانے کے لئے ہیں

کچھ درد تو ہوتے ہیں مریضوں کے مسیحا
جو سانس کے رشتوں کو نبھانے کے لئے ہیں

طوفاں سے الجھ جائیں ، جو ٹکرائیں ہوا سے
کچھ لوگ یہاں دیپ جلانے کے لیے ہیں

پھولوں کی محبّت میں نہیں ، کانٹوں سے نفرت
کانٹے بھی تو پھولوں کو بچانے کے لئے ہیں

وہ دھوکے ، خیانت سے نہ باز آئیں یہ کہہ کر
آگ اپنے شکم کی یہ بجھانے کے لئے ہیں

ہم ان کو جو سمجھائیں کبھی جینے کا مقصد
کہتے ہیں کہ واعظ یہ بتانے کے لئے ہیں

ہر بستی میں بھیجے تھے خدا نے ہی پیمبر
رہبر یہ بنے ، خود ہی ، زمانے کے لئے ہیں

طارق نہ پہنچ پائے جو منزل پہ کبھی خود
آئے ہمیں وہ رستہ دکھانے کے لئے ہیں

رکھا گیا ہے کیوں ہمیں ایسی حدود میں

رکھا گیا ہے کیوں ہمیں ایسی حدود میں
کیونکر ہے اس قدر بھلا انساں قیود میں

دے کر شعور اشرف المخلوق جو کہا
ابلیس کی کھٹکتے ہیں ، *چشمِ حُسود میں

ہم پا گئے *تجلّیٔ تنزیہہِ ذات جو
امکاں ہے دخل ہو گا ہمارا شہود میں

ہم اس کی بارگاہ میں مقبول جب ہوئے
پھر کیا غرض ہماری نمائش ، نمود میں

ہم کو حضورِ قلب جب اس سے عطا ہوا
ہر دم رہیں گے ہم تو رکوع و سجود میں

ہم کو خیالِ وصل کا بھی وہ نشہ ہوا
ہم رات جھومتے رہے ، *رقص و سرود میں

ہم نے جہاں میں پا لیا اک ایسا بھی وجود
جو خود فنا تھا ، عشقِ خُدائے ودود میں

طارق ہے علم جب سے ہوا ، اس حبیب کا
گزرے ہیں روز و شب مرے اکثر درود میں

❁ ❁ ❁

*چشمِ حسود: حسد کی آنکھ

*تجلّیٔ تنزیہہِ ذات: پاکیزگی کی چمک

*رقص وسرود : ناچ اور گانا

دلِ رنجیدہ کو جام اور نشہ دیتا ہے

دلِ رنجیدہ کو جام اور نشہ دیتا ہے
میکدے جائیں تو ساقی بھی پلا دیتا ہے

آتشِ عشق بھڑکتی ہے جو دیدار کے ساتھ
ہجر بھی عشق کی حدّت کو ہوا دیتا ہے

تلخ ایّامِ گزشتہ کا نہیں کوئی گلہ
اب بھی ہر روز کوئی دُکھ وہ نیا دیتا ہے

محوِ اخبارِ سیاست ہیں جو کہہ اُٹھے ہیں
کبر آ جائے تو رشتوں کو بھلا دیتا ہے

اک نئی شان سے منزل کو روانہ وہ ہیں
رہنما جن کا بھی خطرے کا پتہ دیتا ہے

چار سُو پھیلی ہیں جو خوف کی ٹھنڈی لہریں
اعتماد اپنوں پہ تو ڈھارس تو بندھا دیتا ہے

وہ جو ملنے سے دیا کرتا تھا لطف اور ثواب
اب وہی شوق سے ملنے کی سزا دیتا ہے

ہم نے اک شخص سے الفت کا طریقہ سیکھا
روٹھ جانے سے بھی پہلے وہ ملا دیتا ہے

مسکراہٹ کو سخی ہو جو کیا دان کرو
ایسا صدقہ تو کوئی ہنس کے بھی لا دیتا ہے

طارق اب بزم میں رونق کی توقّع نہ کرو
اب وہ گھر بیٹھ کے سب کام کرا دیتا ہے

لے گیا دل سرِ محفل تھا وہ رہزن جیسے

لے گیا دل سرِ محفل تھا وہ رہزن جیسے
اس سے پہلے نہ ہوا اس کا تھا درشن جیسے

اس کی آہٹ کہیں نزدیک سنائی دی ہے
تیز ہوتی ہے مرے دل کی یہ دھڑکن جیسے

جب مجھے چلنا پڑا جلتے ہوئے رستوں پر
وہ دعا بن کے رہا دھوپ میں چلمن جیسے

زندگی یوں بھی کئی لوگ بِتا دیتے ہیں
بس سجا رہتا ہے الماری میں برتن جیسے

جب مرے دوست نے قصے وہ پرانے چھیڑے
یوں لگا ، لوٹ کے آیا مرا بچپن جیسے

وہ جو الفاظ خزانوں ہی کی صورت اترے
سب بنی اس کی تصاویر ہیں مخزن جیسے

چاند جب بھی کبھی آکاش سے اُترا دل میں
دل کا اس نور سے روشن ہوا آنگن جیسے

جب بسا دل میں وہ اپنے ، تو لگا یوں طارق
ایک ویرانے میں پھولوں بھرا گلشن جیسے

گو ہر قدم پہ زندگی میں امتحاں رہا

گو ہر قدم پہ زندگی میں امتحاں رہا
اتنا گلہ ہے مجھ سے کوئی بد گماں رہا

جتنی بھی اس کے ساتھ مری گفتگو ہوئی
پردہ کوئی شکوک کا ہی درمیاں رہا

نکلا تھا اپنے گھر سے تو وہ آگ ڈھونڈنے
رستے میں آگ کے بھی تو حائل دُھواں رہا

ہم نے دلیل و عقل سے باتیں تو خوب کیں
شک کی زمین پر کھڑا وہ ناتواں رہا

آخر کہا اسے کرو خود ہی معاملہ
باقی ہے استخارے کا ہی اب سماں رہا

لیکن گمان و وہم نے پھر سر اُٹھا لیا
حق کا وگرنہ بار تو ہر جا گراں رہا

گر بد گمانی ہر کوئی دل سے نکال دے
مانیں گے دل میں حسن کا جلوہ عیاں رہا

طارق کرے جو صاف دل اور آئے پھر قریب
کب سیدھا رستہ دیر تک اس سے نہاں رہا

تری عظمتوں کی تو حد نہیں، تری رحمتوں کا حساب کیا

تری عظمتوں کی تو حد نہیں ، تری رحمتوں کا حساب کیا
کہاں آگہی کو تھا حوصلہ ، تری معرفت کی تھی تاب کیا

تری خامُشی میں قرار ہے ، تری گُفتگو میں خُمار ہے
ترے حُسن پر جو نظر پڑے ، تو عذاب کیا تو ثواب کیا

مری طاعتیں تو قبول تھیں ، مری جُراَتیں بھی روا رہیں
ترے ساتھ قول و قرار تھا ، تو حساب کیا تو کتاب کیا

تری رحمتوں کے طفیل میں ، تو جہاں بھی تھا سُرخرُو رہا
ترے در سے عزّتیں ملیں ، کوئی شاہ کیا تو نواب کیا

تو جو میرے دل کے قریب ہے ، مجھے آسرا تو ترا رہا
ترے سامنے جو ہوا ہے سب ، تجھے اس کا دینا حساب کیا

مرے جسم و جاں ہیں سبھی ترے ، تُو کئے جا ان سے جو دل کرے
میرے دل میں جلوہ نُما ہے تُو ، ترا وہ نشہ ، کہ شراب کیا

تجھے اس سے کیا کوئی اور بھی ترے جیسا اس پہ ہوا فدا
ترے ساتھ طارقِ خستہ جاں ، جو ہوا کبھی تھا خراب کیا

آگئے ہیں جو ہم سامنے ہیں کھڑے

آگئے ہیں جو ہم ، سامنے ہیں کھڑے
ہاتھ میں ہے قلم ، سامنے ہیں کھڑے

ہم چلے بھی تھے آنکھوں کو پُر نم لئے
آگئے ہیں تو غم ، سامنے ہیں کھڑے

ہم نے اس کو پکارا ہے جب بھی کبھی
دیکھا کہ ایک دم ، سامنے ہیں کھڑے

جب تعلّق ہوا دوستی کا تو پھر
ہر قدم دم بدم ، سامنے ہیں کھڑے

آزمائش کی گھڑیوں میں تم دیکھ لو
صرف تم اور ہم سامنے ہیں کھڑے

کوئی دکھ درد میں گر نہ ساتھی ملے
ہم کئے چشمِ نم ، سامنے ہیں کھڑے

کامیابی مقدّر لئے آ گئے
تم بڑھاؤ قدم ، سامنے ہیں کھڑے

صدق کی راہ پر ، زخم جتنے لگے
ہم نے کھائے نہ کم ، سامنے ہیں کھڑے

قصّۂ عشق یا داستانِ وفا
ہم نے کی ہیں رقم ، سامنے ہیں کھڑے

ہم نے جیتے ہیں دل اپنے اخلاق سے
سر بھی کر دو قلم ، سامنے ہیں کھڑے

طارق اِس دیس میں ہوں یا اُس دیس میں
ہم تو سر کر کے خم ، سامنے ہیں کھڑے

نور سے آشنا نہیں ہوتا

نور سے آشنا نہیں ہوتا
جب تلک دل دیا نہیں ہوتا

اس پہ بیتی نہیں جو کہتا ہے
عشق صبر آزما نہیں ہوتا

اب کے کیسی بہار آئی ہے
زخم کوئی ہرا نہیں ہوتا

زہر سے بھی علاج ممکن ہے
زہر گرچہ دوا نہیں ہوتا

ہجر ہو کہ وصال کا عالم
اب وہ پہلا مزا نہیں ہوتا

تیز ہوتی تھی دیکھ کر دھڑکن
کب سے یہ حادثہ نہیں ہوتا

آئے بادَل جو کوئی دھرتی پر
اب تو دریا بھرا نہیں ہوتا

مستقل کون اس میں رہتا ہے
جب مکاں گھر بنا نہیں ہوتا

کوئی جائے سفر کو اب کیونکر
واپسی در کھلا نہیں ہوتا

دشمنوں کی یہ ساری سازش ہے
ورنہ مجھ سے گلہ نہیں ہوتا

جان و دل جب سے تُجھ پہ وار دیا
کوئی لمحہ بُرا نہیں ہوتا

میرا تیرے سوا مرے مولا
کوئی بھی آسرا نہیں ہوتا

طارق اب تو خدا کے خانے میں
کوئی اس کے سوا نہیں ہوتا

یہ صحرا میں تو کتراتے ہیں بود و باش سے بادل

یہ صحرا میں تو کتراتے ہیں بود و باش سے بادَل
اُتر آتے ہیں دھرتی پر کہیں آکاش سے بادَل

یہ ساون کے مہینے بھی رہے اس سال سُوکھے سے
اگرچہ آئے تھے دو چار دن قلّاش سے بادَل

ہمارے ہاں تو سورج سردیوں میں کم نکلتا ہے
مگر آتے ہیں جانے کونسی پاداش سے بادَل

نہیں آتے نظر یہ دھوپ میں لیکن جو سردی ہو
ہمارے سر پہ رہتے ہیں کسی پُرخاش سے بادَل

عجب نقشے بنا کر یہ فلک پر اُڑتے رہتے ہیں
کرشمہ ہیں خدا کے حسن کا نقاش سے بادَل

کبھی جاتا ہوا سورج چھپا لیں گر یہ پہلو میں
عجب نظّارہ دکھلاتے ہیں پھر ضو پاش سے بادَل

کبھی جلدی میں ہم جو بھول جائیں گھر پہ چھتری کو
چلے آتے ہیں ہم سے کھیلنے اوباش سے بادَل

یہ لوگوں کی دعاؤں سے برستے ہم نے دیکھے ہیں
نہیں ٹلتے کبھی لیکن مری شاباش سے بادَل

ہواؤں نے عجب سی یہ رپٹ لکھوائی ہے طارق
بہت اٹھکیلیاں کرتے پھریں عیّاش سے بادَل

ہمارے ساتھ جو چلنا ہے چل سکو تو چلو

ہمارے ساتھ جو چلنا ہے چل سکو تو چلو
گِرائے کوئی جو، اُٹھ کر سنبھل سکو تو چلو

زمانہ سوچ کے انداز کب بدلتا ہے
تم اپنی سوچ کا دھارا بدل سکو تو چلو

تمہیں تماشئہ دنیا سے ہی نہیں فرصت
جو اس سے جان بچا کر نکل سکو تو چلو

تمھارا جسم کی طاقت پہ سب مدار نہیں
غذائے روح پر جو پھول پھل سکو تو چلو

ہمیں بھی داستاں اپنی تمہیں سنانی ہے
ہمارے تجربے سے تم نہ ٹل سکو تو چلو

سفر میں گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹنا پڑے
یہی ہے حکم وہاں تک جو چل سکو تو چلو

ہے انقلاب مقدّر میں ان ہی قوموں کے
خیال ان کے پرانے بدل سکو تو چلو

تمہارے ساتھ جو طارق کی آشنائی ہے
کڑی ہے دھوپ کہو اس میں جل سکو تو چلو

حُسنِ بے داغ کا جلوہ جو نظر آ جائے

حُسنِ بے داغ کا جلوہ جو نظر آ جائے
واعظِ خشک کے لفظوں میں اثر آ جائے

رونقِ بزم تو ہوتی ہے سدا شمع کے ساتھ
وہ نہ ہو پھر کہاں ، پروانہ نظر آ جائے

تختۂ مشق بنے ہم بھی ان ہی آنکھوں کے
دیکھ کر جن کو کوئی بھی ہو ، ادھر آ جائے

خود بخود سجدے میں گر جانے کو جی چاہتا ہے
پھر کوئی اور مقابل پہ کدھر آجائے

وہ ارادہ جو کرے دوست کو دشمن کردے
وہ جو چاہے تو عدو بن کے جگر آ جائے

دل کو سمجھایا بہت اس سے ہے ملنا مشکل
کاش اُس کو بھی سمجھ اِس کی مگر آ جائے

آفتاب اس کا ہی سب نور لئے پھرتا ہے
جو زمیں پر یہ لئے وقتِ سحر آ جائے

طارق اب چاند کو نکلے تو کئی پل گزرے
شاید ان کو بھی نظر اب وہ قمر آ جائے

زمیں تک ہے پہنچ تیری ، کہاں وہ آسماں تک ہے

زمیں تک ہے پہنچ تیری ، کہاں وہ آسماں تک ہے
مگر میری نظر پہنچی ہوئی دونوں جہاں تک ہے

نہیں منزل کی کوئی رہنمائی تیرے رستے پر
مری منزل کا ہر رستہ ہی میرے پاسباں تک ہے

چلے جانا ہے بس یہ زندگی تو مختصر سی ہے
مجھے رہنا یہاں شاید فقط اک امتحاں تک ہے

مری تخلیق کا مقصد مجھے سمجھا دیا اس نے
حصولِ مقصدِ تخلیق بھی اُس مہرباں تک ہے

بہت پہلے بھی گزرے ہیں جو رہبر بن کے آئے تھے
مگر محدود ان کا دائرہ بس اک زماں تک ہے

مرا آقا مرا مولا مرا ملجا مرا ماوٰی
وہ چشمہ رحمتوں کا ہر جگہ ، وہ لا مکاں تک ہے

کسی کے روکنے سے کب بھلا رکتے ہیں کام اس کے
کہ اس کا ذکر تو پھیلا ہوا اب ہر زباں تک ہے

مرا طارق ہر اک ذرّہ فدا اس ذاتِ باری پر
کہ جس کے سامنے ظاہر ، ہر اک ذرّہ نہاں تک ہے

جنوں کو چھوڑو خرد کا نہ اعتبار کرو

جنوں کو چھوڑو ،خرد کا نہ اعتبار کرو
خدا نے رکھّا جبلّت میں ہے کہ پیار کرو

ہمیں شکایتِ دنیا سے کچھ نہیں مطلب
تمہیں گلہ ہے اگر ، ہم سے بار بار کرو

ہماری گفتگو گزری اگر گراں تم کو
اِدھر نگاہ اُٹھا کر ، نظر تو چار کرو

تمہارے روٹھنے سے خوش تو بس عدو ہو گا
تم اُس کے سامنے ہم کو نہ سوگوار کرو

تمہیں جو دیکھ نہ پائے ہمارا کیا ہو گا
یہ روز ہم سے جو کہتے ہو انتظار کرو

ہمارا دن تو گزرتا ہے اس تصوّر میں
کبھی تو تم بھی کہو گے کہ ہم سے پیار کرو

جو مر چکا ہے اسے زندہ کر کے کیا لو گے
تم اپنی زندگی پر اپنا انحصار کرو

تمہارے سامنے ظاہر ہوئے ہیں کتنے نشاں
ہے سچ عزیز تمہیں گر تو اختیار کرو

تلاش شمع کرو راستہ جو دکھلا دے
اندھیری رات میں طارق کا اعتبار کرو

ہم سے کیوں تم نے یہ برتاؤ روا رکھا ہے

ہم سے کیوں تم نے یہ برتاؤ روا رکھا ہے
ہم نے کب تم کو کبھی اپنا خدا رکھا ہے

چاند سورج نے بھی خود مل کے گواہی دی ہے
ہم نے خود سے تو نہیں مہدی بنا رکھا ہے

یہ زمیں نے بھی پکارا ہے صدا دے دے کر
آگیا ہے وہ فلک پر جو بٹھا رکھا ہے

جب بھی آیا ہے پیمبر لئے پیغام کوئی
وقت شاہد ہے ، زمانے نے ستا رکھا ہے

ہم نے مانا ہے اسے جس کو خدا نے بھیجا
بے وجہ لوگوں نے کیوں شور مچا رکھا ہے

بے خطر آگ میں کودے جو کوئی ، ہو گا سبب
کیا جنوں ایسا ، خرد نے بھی روا رکھا ہے؟

آئے گا فضلِ خدا جس کی تسلّی کر دے
ہر جگہ ہم نے تو پیغام سنا رکھا ہے

وہ تو جو کرتے ہیں طارق وہ کئے جائیں گے
ہم نے سمجھانے کا بس ، بیڑا اُٹھا رکھا ہے

خوب روؤں نے بھی خود آ کے پذیرائی کی

خوب روؤں نے بھی خود آ کے پذیرائی کی

ہم نے تھوڑی سی جو بس قافیہ پیمائی کی

آنکھوں آنکھوں میں ہوا درد ہمارا اس کا

اس نے کچھ ایسی نظر سے ہے مسیحائی کی

اجنبی تھا وہ مری اس پہ نگاہیں جو پڑیں

اس نے خاموش نگاہوں سے شناسائی کی

کارواں بڑھتا گیا آگے تھکے ہم بھی نہیں

اس نے جب ساتھ دیا حوصلہ افزائی کی

مرحلے اور بھی دنیا میں ابھی آنے ہیں

ڈر گئے ہو جو کسی بات پہ رسوائی کی

طارق اس شہر میں خاموشی سکوں دے کیونکر

قید اب ہم سے یہ کٹتی نہیں تنہائی کی

کوئی ایسا، جو کبھی درد کو بانٹے، نہ ملے

کوئی ایسا ، جو کبھی درد کو بانٹے ، نہ ملے

اب توڈھونڈے سے بھی،استاد،جوڈانٹے،نہ ملے

زندگی میں تو کبھی ، یاد نہیں ، ایسا ہوا

ڈھونڈنے نکلا کوئی پھول ، تو کانٹے نہ ملے

زندگی گزری ہے ، تنہائی کے آزاروں میں

گو ملے ، جو نہ کسی بات پہ ڈانٹے ،نہ ملے

جب تماشائی بنے دیکھیں ، لڑائی کو سبھی

کم ہوا دیکھنے والوں کو بھی ، چانٹے نہ ملے

کوچواں تانگے بنا کر بڑے حیران ہوئے

مل گئے گھوڑے جو ان کو، کہیں سانٹے نہ ملے

آگے بڑھ کر جو ملے تھے بڑے اخلاص کے ساتھ

آشنا مل گئے ، پر دوست تو چھانٹے نہ ملے

ہم جو طارق تری محفل سے چلے آئے ہیں

مل گئی "کوک" تو اکثر ہمیں "فانٹے" نہ ملے

ہے شکر اس کا جو ہم نے دیکھی عنایتوں کی کمال بارش

ہے شکر اس کا جو ہم نے دیکھی عنایتوں کی کمال بارش
سمجھ رہے تھے کہ پھر زمیں پر فلک کی ٹپکی ہے رال بارش

تری اداؤں پہ مر مٹے ہیں تو کیوں نہ دل تیرے نام کر دیں
ہے تیرے احساں کے بادَلوں کی یہ تیرا حسن و جمال بارش

محبّتوں کی کہانیوں میں یہی ہوا ہے یہ اب بھی ہو گا
کہ شوق سے بھیگتے ہیں اس میں جنہیں ہے ملنا محال بارش

نتیجہ اب تک تو آچکا ہے کہ کون جیتا ہے کون ہارا
کہاں چھپا کر رکھی تھی ووٹوں کی ہے کہیں تو نکال بارش

عجیب موسم ہوا ہے درپیش سب مسائل کو ساتھ لے کر
یہ ٹل سکے گا تبھی اگر ہوگی رحمتوں کی مثال بارش

سکون ہو گا اگر زمانہ یہ لوٹ جائے خدا کی جانب
جو ہو وہ راضی تو پھر سے کر دے خوشی سے طارق نہال بارش

دل میں ارمانوں کے طوفان نہاں رکھتا ہے

دل میں ارمانوں کے طوفان نہاں رکھتا ہے
عشق اس کا مرے جذبوں کو جواں رکھتا ہے

میں تو حیران سا بس اس کو سنا کرتا ہوں
اس کا ہر لفظ محبت کا بیاں رکھتا ہے

اس کی باتوں کو سنوں، آنکھ سے صورت دیکھوں
باعثِ لطف و کرم ، چہرہ عیاں رکھتا ہے

اس کے لہجے میں روانی ہے کہ بہتا دریا
مئے عرفان کے فیضان رواں رکھتا ہے

اس کی صحبت میں جو بیٹھوں تو سکوں ملتا ہے
علم و عرفان کا وہ ایک جہاں رکھتا ہے

اپنی گہرائی میں ہے ، علم سمندر اس کا
جیسے پاتال میں بھی کوئی مکاں رکھتا ہے

سِحر باتوں میں ہے اس کی تو قلم جادو ہے
غیرتِ دین بھی ہے ، شیریں زباں رکھتا ہے

وہ ہواؤں میں اڑاتا ہے مجھے ساتھ لئے
دل مرا طاقتِ پرواز کہاں رکھتا ہے

تم چلے آؤ تمہیں اس کی محبّت کھینچے
میرا محبوب تو طارق یہ گماں رکھتا ہے

تم جو تنہائیوں میں رہتے ہو

تم جو تنہائیوں میں رہتے ہو
دوسروں سے ، الگ سے لگتے ہو

تم نے بھی عشق ہی کیا ہو گا
یہ جو تم ایسے آہ بھرتے ہو

پیرہن تم نے بھی سیا ہو گا
تم جو دامن بچا کے چلتے ہو

دل میں روشن کوئی دیا ہو گا
تم چراغوں کو گُل جو کرتے ہو

یاد میں تو کوئی رہا ہو گا
رنگ چہرے کے یوں بدلتے ہو

تم نے بھی تو کہیں پڑھا ہو گا
آتے جاتے جو چہرے پڑھتے ہو

چھوڑ جانا ہی راستہ ہو گا
ضد تو جلدی سے چھوڑ دیتے ہو

دل پہ کچھ تو اثر ہوا ہو گا
تم محبّت کی بات کرتے ہو

شعلۂ عشق جل گیا ہو گا
دیکھ کر آگ جو سنبھلتے ہو

کوئی تم کو بھی جانتا ہو گا
سب کو جلدی سے جان جاتے ہو

تم سے طارق بھی سیکھتا ہو گا
اس کو تم آزماتے رہتے ہو

دل کہاں اس سے آشنا ہو گا

دل کہاں اس سے آشنا ہو گا
زخم کوئی نیا ملا ہو گا

دوسروں سے ، الگ سے لگتے ہو
مضطرب دل کہیں ہوا ہو گا

تم جو تنہائیوں میں رہتے ہو
روگ کوئی لگا لیا ہو گا

یہ جو تم ایسے آہ بھرتے ہو
عشق تم نے کہیں کیا ہو گا

تم جو دامن بچا کے چلتے ہو
پیرہن تم نے بھی سیا ہو گا

تم چراغوں کو گُل جو کرتے ہو
دل میں روشن کوئی دیا ہو گا

رنگ چہرے کے یوں بدلتے ہو
یاد میں تو کوئی رہا ہو گا

آتے جاتے جو چہرے پڑھتے ہو
تم نے بھی تو کہیں پڑھا ہو گا

ضد تو جلدی سے چھوڑ دیتے ہو
چھوڑ جانا ہی راستہ ہو گا

تم محبّت کی بات کرتے ہو
دل پہ کچھ تو اثر ہوا ہو گا

دیکھ کر آ گ جو سنبھلتے ہو
شعلۂ عشق جل گیا ہو گا

سب کو جلدی سے جان جاتے ہو
کوئی تم کو بھی جانتا ہو گا

اس کو تم آزماتے رہتے ہو
تم سے طارق بھی سیکھتا ہو گا

زمین نکلے کبھی تو مدار سے باہر

زمین نکلے کبھی تو مدار سے باہر
حدود اس کی اگر ہیں، حصار سے باہر

ستارہ ٹوٹتا دیکھا تو ہو گا تم نے بھی
پلک جھپکتے میں گرتا شرار سے باہر

ہمیں تو ہجر نے ترسا دیا محبّت میں
ہیں اور لذّتیں کیا وصلِ یار سے باہر

میں ملک ملک میں جا کر نظارہ کر آیا
ہے زندگی بڑی مشکل ، دیار سے باہر

گلی گلی میں شفاعت کے دعویدار ہیں اب
وہ پائے جاتے ہیں اکثر ، مزار سے باہر

ہمارے گھر کا ہی رستہ وہ جلد ڈھونڈیں گے
جو کر کے بیٹھے تھے ہم کو شُمار سے باہر

ہم اور موسموں کو جلد اب تلاشیں گے
بہار آئے گی گرد و غبار سے باہر

ہے آسمان سے کب کا اتر چکا عیسیٰ
تھے انتظار میں ، جس کے منار سے باہر

لگا کے سیڑھیاں آئے اتارنے تھے اُسے
نظر وہ آتے ہیں اب ، اُس قطار سے باہر

ہمیں یقین ہے طارق ، کہ ہم اُسے پا کر
نکل کے آ گئے ہیں ، خلفشار سے باہر

وہ کیسے کیسے لوگ تھے کیا کیا نہ کر گئے

وہ کیسے کیسے لوگ تھے کیا کیا نہ کر گئے
وہ تو ہمارے پیش رو تھے ہم کدھر گئے

جن کے سبب تھیں رونقیں، آباد محفلیں
ہم ڈھونڈتے ہیں اب کہاں وہ ہم سفر گئے

چلتا رہا ہے ساتھ ہمارے ہی قافلہ
کتنے ہی لوگ راہ میں چلتے ٹھہر گئے

جب ہم رُکے تھے کتنا سکوں پانیوں میں تھا
جب چل دئے تو کتنے سمندر بپھر گئے

چاہت کے پھول خشک ہوئے کب فراق سے
اشکوں سے جس قدر ہوئے ہیں تر سنور گئے

سپنوں کی وادیوں میں محبت ہے ہم سفر
ہم اس کا ہاتھ تھامے جہاں سے گزر گئے

طارق کڑے تھے امتحاں تو عشق میں بہت
ہر امتحاں میں روح کے رشتے نکھر گئے

ہم تو آواز کی تصویر بنا لیتے ہیں

ہم تو آواز کی تصویر بنا لیتے ہیں
خواب کی آپ ہی تعبیر بنا لیتے ہیں

ہم فرشتوں سے بھلا کیسے شکایت کرتے
لفظِ ' کُن ' سن کے ، وہ تقدیر بنا لیتے ہیں

یہ حقیقت ہے کہ ، بدلے نہیں قرآں کے حروف
لوگ من مرضی کی تفسیر بنا لیتے ہیں

گر ملے مال ، تو وہ ایسا وظیفہ کوئی
جس سے ہو قلب کی تنویر ، بنا لیتے ہیں

ڈال کر چادریں ،قبروں پہ ، یہ دیکھا اکثر
لوگ ان مُردوں کو ، پھر پیر بنا لیتے ہیں

کب وہ پاتے ہیں اسیری سے رہائی جو لوگ
دولتِ دنیا کو زنجیر بنا لیتے ہیں

روک پائے گی بھلا کیا وہ انہیں مرنے سے
جو بھی دنیا میں وہ جاگیر بنا لیتے ہیں

ہوتی ہے ان کے مریدوں کی بھی اچھی تعداد
وہ بظاہر بڑی توقیر بنا لیتے ہیں

پھر یہ کہتے ہیں مسیحا کی ضرورت کیا ہے
ہم تو ہر نُسخہء اکسیر بنا لیتے ہیں

تزکیہ نفس کا چاہو تو چلے آؤ یہاں
دل کو ہم چشمہء تطہیر بنا لیتے ہیں

وہ جو آ جاتے ہیں صحبت میں مسیحائی کی
ان کے الفاظ بھی تاثیر بنا لیتے ہیں

جان جاتے ہیں وہ ، یہ عشقِ کی دولت کیا ہے
لذّتِ وصل کی تدبیر بنا لیتے ہیں

یہ ضروری ہے کہ ہو زندہ تعلّق طارق
اس تعلّق کو عناں گیر بنا لیتے ہیں

آج دلبر نے سُنا ہے کہ یہ ارشاد کیا

آج دلبر نے سُنا ہے کہ یہ ارشاد کیا
آپ نے وقت کو یوں ہی نہیں برباد کیا

پہلے اپنوں کو بھی فرصت نہ ملی ملنے کی
اب تو گھر بیٹھ کے غیروں نے ہمیں یاد کیا

اس کے ہر ایک محلّے میں تمہارا گھر تھا
شہر اک ہم نے تصوّر میں جو آباد کیا

ہر نئے موڑ پہ امّید نئی دیتے ہو
ہم نے بھی وصل کی امّید پہ دل شاد کیا

لوگ پہلے بھی ہیں قُربانِ محبّت ہوتے
عشق ہم نے بھی نئے روپ میں ایجاد کیا

دیکھ کر پھر تری صورت کو گماں ہوتا ہے
چاند نے خود کو ترے سامنے بیداد کیا

جانتا کاش کوئی دل کے نہاں خانے کو
اس میں اک شخص نے چپکے سے مجھے یاد کیا

طارق اس ہجر کے عالم میں انہی یادوں نے
قیدِ تنہائی سے آ کر ہمیں آزاد کیا

وہ مسیحا بھی ہے مہدی بھی نبی ہوتے ہوئے

وہ مسیحا بھی ہے، مہدی بھی، نبی ہوتے ہوئے
چار سُو پھیلے ہیں، چرچے تو، صدی ہوتے ہوئے

حق کا پیغام ، ہَوا جب بھی کہیں لائی ہے
قدغنیں بنتی ہیں، دیوار کھڑی ہوتے ہوئے

ناخدا ہوتے ہوئے ، خود ہی کنارہ جو کرے
وہ تو نابینا رہا ، آنکھیں کھُلی ہوتے ہوئے

چارہ گر، آیا وہ، جس پر تھی مریضوں کی نظر
پا گئے وہ بھی شفا جلدی ، قوی ہوتے ہوئے

ہو گیا وہ تو اسیروں کی رہائی کا سبب
لوگ، رسموں سے کئی دیکھے بَری ہوتے ہوئے

اتنی آسان نہ تھی اس کی حمایت تو مگر
ہو گئے لوگ کھڑے کتنے، جری ہوتے ہوئے

پیڑ یہ پھولا پھلا بڑھ گئیں شاخیں اس کی
روک پایا نہ کوئی ان کو ، ہری ہوتے ہوئے

ہے تصوّف کے مسائل سے شناسا طارق
بادہ خوار اور طرح کا ہے ، ولی ہوتے ہوئے

تم نے یہ دین کہاں سے یہ دھرم سیکھا ہے

تم نے یہ دین کہاں سے یہ دھرم سیکھا ہے
نفرتیں دل میں بڑھانے کا کرم سیکھا ہے

جاں بہ لب لوگ بھی مایوس نہیں اس سے ہوئے
اس مسیحا نے مرے موت کا دم سیکھا ہے

ہم نے ہر دور میں دیکھا ہے محبّت کا اثر
آگے بڑھتا ہے جو نیکی کا قدم سیکھا ہے

اس کے مجھ پر جو تسلسل سے ہیں احسان رہے
نگہِ لطف پہ سر کرتے ہیں خم سیکھا ہے

ایک مٹی سے بنے جب تو سبھی ایک ہوئے
سارے انساں ہیں عرب ہو کہ عجم سیکھا ہے

اس نے مجھ سے ہی نہیں سب سے محبّت کی ہے
یوں بھی کر دیتے ہیں احسان صنم سیکھا ہے

حق کی آواز کو پہنچائیں جہاں تک پہنچے
حق ادا کر دے وہ اندازِ رقم سیکھا ہے

طارق اب اور تو کھولو نہ دریچے دل کے
رکھ لیا جائے کسی کا جو بھرم سیکھا ہے

میں چپ رہوں تو آئنہ ہونے پہ اعتراض

میں چپ رہوں تو آئنہ ہونے پہ اعتراض
بولوں تو اس کو خامُشی کھونے پہ اعتراض

چہرے کو آنسوؤں سے بھگونے پہ اعتراض
آنکھوں میں اپنی اشک پرونے پہ اعتراض

چکر میں اس کے گھر کے دوارے لگا نہ لوں
پتھر جو ایک چوم لوں کونے پہ اعتراض

دن کو تو دل پہ جبر کیا مسکرا دیا
صد حیف اس کو رات کے رونے پہ اعتراض

سورج کو چاند اور ستاروں نے یہ کہا
کیونکر ہے تم کو رات نہ سونے پہ اعتراض

تشخیص کر کے میرا مرَض اُس نے کر دیا
دل ڈوبنے پہ ، نبض ڈبونے پہ اعتراض

آؤں جو سامنے ، تو ٹھہرتا ہوں خود پسند

ہو گا ، جو بیٹھ جاؤں گا ، کونے پہ اعتراض

طارق کہاں کہاں پہ صفائی کرو گے پیش
اچھا ہے دل کو ، گر نہ ہو ، دھونے پہ اعتراض

مانگتے ہیں اس کے در سے ہم سبھی کی خیر کو

مانگتے ہیں اس کے در سے ہم سبھی کی خیر کو
جب کبھی جلتے ہوئے دیکھیں حسد سے غیر کو

دل کے دروازے پہ دستک دے کے سب اس کے خیال
پوچھتے کب ہیں ، کہ آ جائیں ذرا ہم سیر کو

پڑھ کے پیمانِ حرم کے سب تقاضے کہہ دیا
الوداع کہنے صنم کو ، جا رہے ہیں دَیر کو

صاف دل رکھا ہوا ہے ہم نے سب کے واسطے
جانے کیوں رکھتے ہیں پھر بھی لوگ دل میں بیر کو

آرزوئے دید لے کر ، کوئے جاناں کو چلے
جاتے جاتے کہہ رہے ہیں وہ دعائے خیر کو

سنگِ اسود چوم لینا ، اک سعادت ہے مگر

ٹھوکریں لگتی ہیں کتنی سنگِ رہ سے پیر کو

طارق اس راہِ وفا میں ہم نے دیں قربانیاں
کر لیا تیّار اُڑنے کو ، قفس کے طَیر کو

❀ ❀ ❀

ترے نقوش کو تصویر میں اُبھارا گیا

ترے نقوش کو تصویر میں اُبھارا گیا
ترے سُخن تری تحریر کو نکھارا گیا

قصیدے شان میں تیری بہت سے لکھے گئے
عطا کئے گئے القاب سے پکارا گیا

تجھے تو ایک ہی تمغہ تھا باعثِ اعزاز
وہاں تو مدح کے انبار سے گزارا گیا

پڑھا کلامِ الٰہی جو سامنے سب کے
نظر سے دور وہ اب تک نہیں نظارہ گیا

ہوا تھا روشنی سے علم کی منوّر یوں
جہاں پہ چاند جو نکلا کہاں ستارا گیا

ہے پائی دولتِ ایماں تو ہو گیا قائل
جو آ گیا یہاں واپس نہ وہ دوبارہ گیا

مگر یہ ملک میں اپنے ہوا ہے کیا تُجھ سے
کہ تیرے نام کا بینر وہاں پہ پھاڑا گیا

اگر چراغ تلے ہو اندھیرا کیا کہئے
ہے میرے ذہن میں ایسا ہی استعارہ گیا

دیا گیا جو تِرا نام ایک شعبے کو
اُسے شریروں کے شر سے ہے پھر اتارا گیا

امیرِ شہر نے تقریر کی تو یہ بھی کہا
تِرا تو کچھ نہیں جو بھی گیا ہمارا گیا

یہ تیری شان میں گر جیتے جی ہی ہو جاتا
سمجھتے ہم نہ جگر تیرا پارہ پارہ گیا

ہمارے ساتھ ہمیشہ ہی یہ سلوک ہوا
جہاں جہاں گیا طوفاں وہاں کنارا گیا

جہان کیا بھلا طارق اُسے سمجھ پائے
اُسے تھا علم کے انوار سے سنوارا گیا

جو محبت کا لئے آیا پیام اس کو سلام

جو محبّت کا لئے آیا پیام اس کو سلام
جس کو کرتے ہیں فرشتے بھی سلام اس کو سلام

جس کے آنے سے مہک پھیلی ہوئی ہے چار سُو
جس سے گلشن میں ہوئی رونق تمام اس کو سلام

اس زمانے میں محمد کا نمائندہ ہے جو
ہے مسیحا اور مہدی جس کا نام اس کو سلام

تھا کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب وہ
پایا ابراہیم کا جس نے مقام اس کو سلام

دیں کی خاطر جرأت و غیرت کی تھا شمشیر وہ
کر دیا اس نے قلم سے سارا کام اس کو سلام

وہ جو روحانی خزائن لے کے آیا بانٹنے
اس کی جاری ہے عطا یہ صبح و شام اس کو سلام

اس نے قرآں کے معارف پیش کر کے یہ کہا
ہو نہیں سکتا بشر کا یہ کلام اس کو سلام

اس نے سنّت پر عمل کو بھی مقدّم کر دیا
زندگی بھر اِس پہ تھا اُس کا قیام اس کو سلام

جن کی تھی تائید قرآں میں حدیثیں تھیں صحیح
اس کی نظروں میں تھا ان کا احترام اس کو سلام

اس کو حاصل تھی قبولیت دعا کی اس طرح
وہ نشاں اس کی صداقت کا مدام اس کو سلام

مہر و مہ گہنا گئے رمضان میں اس کے لئے
اور زمیں پر ہو گئی طاعون عام اس کو سلام

میں تری تبلیغ دنیا کے کناروں تک سبھی
خود ہی پہنچاؤں گا پایا یہ پیام اس کو سلام

طارق اب بھی کون ہے جو حق سے آنکھیں پھیر لے
جو ہے جاہل کیا کریں اس سے کلام، اس کو سلام

نظریں پھسل نہ جائیں ہو عاقل کی احتیاط

نظریں پھسل نہ جائیں ہو عاقِل کی احتیاط
کرتا ہے شیخ گرچہ مسائل کی احتیاط

میرے طریق پر چلیں گے جانے کتنے لوگ
کرنا ہے مجھ کو اپنے شمائل کی احتیاط

ہیں اس قدر کٹھن یہ عمل امتحان کے
کر پائے کون ایسے عوامل کی احتیاط

کتنے ہی دن لگا دیئے چہرہ نمائی میں
دیکھی ہے سب نے یہ مہِ کامل کی احتیاط

دیکھا اُسے تو تیز ہوئیں اِس کی دھڑکنیں
شاید یہ ہے مرے دلِ بسمل کی احتیاط

اک آگ سی لگی ہے جو سینے میں رات سے
کرنی پڑے گی مشعلِ محفِل کی احتیاط

کہتا ہے کون ہو گیا مجھ سے پرے ہے وہ
اُس نے درونِ دل ذرا ، حا ئل کی احتیاط

طارق جہاں میں اس طرح غفلت میں مت گزار
لازِم ہے ہر قدم پہ وسائل کی احتیاط

نقیبِ شہر نے چرچا کیا ہے گلیوں میں

نقیبِ شہر نے چرچا کیا ہے گلیوں میں
ہے آیا حکم کہ منصور کو سزا دیں گے

چلی ہے رسم جو حق بات صاف کہنے کی
وہ ایسی رسم کو بنیاد سے مٹا دیں گے

بپھر گیا ہے سمندر تو اب وہ موجوں کو
ہماری سمت میں چلنے کی خود ہوا دیں گے

وہ آسمان سے اترے ہوئے صحیفوں کو
سمجھ نہ آنے کے باعث بس اب جلا دیں گے

عداوتوں کو محبّت کا نام دے دے کر

دلوں میں نفرتوں کی آگ وہ لگا دیں گے

اگر زمین پہ دعوٰی کیا وراثت کا

عدالتوں میں وہ توہین کی سزا دیں گے

گلی گلی میں وہ پھیلا کے نفرتوں کی ہوا

شجر سے پتے محبّت کے سب گرا دیں گے

یہ پہلی بار تو ایسا ہوا نہیں لیکن

اُٹھے ہیں زُعم یہ لے کر کہ حق مٹا دیں گے

بہت سے آئے ہیں پہلے بھی دعوٰی دار ایسے

جو کہہ رہے تھے کہ توحید کو مٹا دیں گے

مگر ہوا ہے جو انجام ان شریروں کا

ہم ایک ایک کا نقشہ انہیں دکھا دیں گے

کبھی بھی ظلم کے آگے نہ سر جُھکا اپنا

کہ ہوتا آیا ہے اب تک یہی بتا دیں گے

جو کرتے آئے ہیں پہلے وہ پھر کریں گے ہم

خدا کے سامنے سجدوں میں گڑ گڑا دیں گے

میکدے میں کبھی ساقی نے اگر چھوڑ دیا

میکدے میں کبھی ساقی نے اگر چھوڑ دیا
ہم نے کب نشّے میں محبوب کا در چھوڑ دیا

ذکرِ دُشنام دہی سُن کے جو رونا آیا
اشک پلکوں میں پرونے کا ہنر چھوڑ دیا

راحتِ وصل کی عادت نہیں ڈالی خود کو
قیس نے ہجر میں تنہائی کا ڈر چھوڑ دیا

اب تو جنگل میں بھی سنّاٹا نہیں ہوتا کبھی
شہر والوں نے کہاں شور ادھر چھوڑ دیا

شکوہ ان سے نہیں بارات میں وہ آ نہ سکے
اب جنازے میں بھی لوگوں نے گزر چھوڑ دیا

ہم تو منزل پہ پہنچ کر بھی مسافر ہی رہے
اُس نے جب آتے ہمیں دیکھا تو گھر چھوڑ دیا

دیدۂ تر میں کہیں ڈوبنے والوں نے کہا
ہم اُتر آئے جو دریا میں بھنور چھوڑ دیا

رات بھر شمع نے محفل میں اُجالا کر کے
کیا ہوا تم کو اگر وقتِ سحر چھوڑ دیا

طارق انجامِ محبّت سے غرَض کیا ہم کو
ہو گا افسوس اگر ہم نے سفر چھوڑ دیا

خواہشِ نفس کے شعلوں کو دبا رکھا ہے

خواہشِ نفس کے شعلوں کو دبا رکھا ہے
آتشِ عشق کو ہم نے بھی جلا رکھا ہے

شہر کے شہر نے دستانے پہن رکھے ہیں
ڈر سے قاتل کے ،نقاب اپنا چڑھا رکھا ہے

آبِ زمزم سے جو کعبے کی صفائی کی ہے
اُس نے مہمانوں کے آنے کا بتا رکھا ہے

آرزو دید کی ، حسرت نہ کہیں بن جائے
میں نے خوابوں میں بھی آنکھوں کو کھلا رکھا ہے

کُشتہِ شوق ہوں ، جینے کے تو آثار نہیں
میں نے بس سانس کو سینے سے لگا رکھا ہے

آبلہ پا ہوں مگر ، اُس کے لئے چلتا ہوں
ہمسفر جس کی محبّت کو بنا رکھا ہے

میں تو انجانے میں شاید کہیں لایا تھا اسے
اُس نے وہ پھول کتابوں میں چھپا رکھا ہے

اُس نے لکھ کر جو دیا تھا مجھے برسوں پہلے
میں نے سنبھال کے اب تک وہ پتا رکھا ہے

طارق اس کو بھی تو چاہت ہے مجھے ملنے کی
اجر اس نے بھی محبّت کا لقا رکھا ہے

بچپن سے ہی سبق ہمیں ایسے سکھا دئے

بچپن سے ہی سبق ہمیں ایسے سکھا دئے
جینے کے زندگی نے ، سلیقے سکھا دئے

قوسِ قُزح کو دیکھ کے حیران ہم ہوئے
قدرت نے اس میں رنگ جو بھر کے دکھا دئے

دیکھا ہے برف باری نے ڈھانپے سبھی بدن
سب کو سفید رنگ کے کپڑے دلا دئے

احرام باندھ کر گئے اس کے دیار میں
دیکھا تو حُسنِ یار نے پردے ہٹا دئے

اس کے حضور ہم کھڑے تھے ہاتھ باندھ کر
اس پر زباں نے وصل کے وعدے سنا دئے

پیغام سن کے پیار کا اس نے یہی کہا
کیوں تم نے آج تلخ سے لہجے دبا دئے

ہم انتظار میں تھے ابھی اس نے جب کہا
کس نے تمہیں یہ پیار کے جذبے سکھا دئے

طارق تمام عمر رہے جس کے منتظر
اس نے بھی ہم کو پیار کے جلوے دکھا دئے

تیّار ہو کے گھر سے جو آتے تو خوب تھا

تیار ہو کے گھر سے جو آتے تو خوب تھا
خوشبو جو بن سنور کے لگاتے تو خوب تھا

ہوتی چمن سے معرفت کے آشنائی جب
تم صبح و شام سیر کو آتے تو خوب تھا

لکھتے محبّتوں کے پیام اس کے نام سب
گیت اس کے پیار میں سبھی گاتے تو خوب تھا

شمس و قمر ،فلک کو محبّت سے دیکھتے
تاروں سے دوستی کو بڑھاتے تو خوب تھا

صحرا پہاڑ دشت میں اس کی ستاتی یاد
تم بحر و بر میں اس کو ہی پاتے تو خوب تھا

ظالم کے ظلم سہہ کے جو روتے تھے روز و شب
تم ان سے مل کے ہنستے ہنساتے تو خوب تھا

غربت کی چکیوں میں جو پس کر ہوئے نڈھال
ان کی طرف بھی ہاتھ بڑھاتے تو خوب تھا

رہتے ہوئے خدا کی ساری نعمتوں میں تم
محروم ان سے یاد جو آتے تو خوب تھا

مقصد ہے زندگی کا عبادت خدا کی جب
مخلوق پر بھی رحم جو کھاتے تو خوب تھا

طارق جو پی رہے ہو ، محبّت کی تم شراب
اوروں کو بھی یہ جام پلاتے تو خوب تھا

ہم محبّت کے طلب گار کہے جاتے ہیں

ہم محبّت کے طلب گار کہے جاتے ہیں
وہ ہمیں کاہے کو اغیار کہے جاتے ہیں

ہم کو کب یارا ہے جلوے کا، پسِ پردہ ہی
گفتگو ہو ، اسے دیدار کہے جاتے ہیں

ہے جنوں خیز خرَد تجربہ کر کے دیکھا
ہیں الگ اپنے جو افکار کہے جاتے ہیں

ہے طلسم اس کی اداؤں میں سحر نظروں میں
اس کے جادو میں گرفتار کہے جاتے ہیں

عشق نے ایسا مسیحا سے ہے رشتہ جوڑا
ہم شفا پائیں تو بیمار کہے جاتے ہیں

دل کے پیمانے محبّت میں الگ ہیں سب سے
جیت جائیں تو اسے ہار کہے جاتے ہیں

ان کی نظروں میں عداوت کا ہے پردہ ایسا
گھر کے دروازے کو دیوار کہے جاتے ہیں

دشمنوں نے غلط اندازہ لگایا ہو گا
ہم نہیں وہ جو یہ سرکار کہے جاتے ہیں

طارق اب صبر کی ہمّت کو زیادہ کر لو
امتحاں اور ہیں تیار کہے جاتے ہیں

غمِ ہجراں میں جو اک شہر کو آباد کیا

غمِ ہجراں میں جو اک شہر کو آباد کیا
ہم کو اچھا وہ لگا جس نے ہمیں یاد کیا

کچھ تو انجانے میں سرزد ہوئے ایسے بھی عمل
جن کی یادوں نے ہمیں آج بھی ناشاد کیا

کس سلیقے سے بھری آہ جو دیکھا اُس نے
سامنے اس کے جو ہم نے دلِ برباد کیا

کتنی آسانی سے وہ بھول گئے ہیں ہم کو
ہم نے مشکل میں انہی کو تو فقط یاد کیا

کچھ پرندے تو قفس کے کبھی عادی نہ ہوئے
دے گئے دھوکہ وہ جب بھی انہیں آزاد کیا

آتے جاتے وہ کڑی ہم پہ نظر رکھتے ہیں
ہم نے کب اپنی حفاظت کا تھا ارشاد کیا

سب یہاں وصل کی امّید لئے بیٹھے ہیں
اس بہانے سے کبھی ہم نے بھی دل شاد کیا

طارق آ جاتے وہ محفل میں تو دل کھل اٹھتا
ہم نے تنہا یہاں رہنے پہ نہیں صاد کیا

شکر کرنے کے لئے اپنے خدا کا بار بار

شکر کرنے کے لئے اپنے خدا کا بار بار
چاہئے کرنا کبھی کچھ اُس کے فضلوں کا شمار

کون ہوتا ہے تری محفل میں آ آ کے شریک
پڑ رہی ہے کس کی رحمت کی ترے گھر پر پھوار

کون ہے جس نے تجھے بچپن سے رکھا ہے عزیز
کس کے دم سے ہر خزاں کے بعد آئی ہے بہار

زندگی بخشی ہے آ کر ایک محیی نے ہمیں
ہم تو جیسے ہو گئے تھے موت ہی سے ہم کنار

مردہ جسموں میں ہمارے روح تازہ پھونک دی
پھر ہوا اس پر ہماری سانس کا سارا مدار

گفتگو میں کس نے سکھلائی ہمیں شیریں زباں
کس نے سکھلایا ہے کاموں میں دُعا پر انحصار

کس نے اپنے فضل سے بھیجا مسیحِ پاک کو
عین ایسے وقت جب اس کا تھا سب کو انتظار

فضل ہے اس کا کہ ایماں ہو گیا ہم کو نصیب
رہ گئے محروم ورنہ عالم و فاضل ہزار

رحم کر کے اس نے تھاما ہے ہمارے ہاتھ کو
ورنہ اندھوں کی طرح گرتے گڑھوں میں بے شمار

بیٹھتے اُٹھتے کریں گر شکر ہم اس کا ادا
اس کے احسانوں کا واپس ہو نہیں سکتا اُدھار

زندگی اپنی گزاریں اس کی مرضی سے سدا
تا صدا آئے کہ راضی ہو گیا وہ شہر یار

خوش نصیبی ہے یہ طارق گر ملے توفیق یہ
اس کے در پر گر پڑیں سجدے میں ہو کر اشکبار

پانی ہو معرفت کا میسّر اگر یہاں

پانی ہو معرفت کا میسّر اگر رواں
پا جائیں اس کے پینے سے اک دوسرا جہاں

اس سے کریں وضو تو ہو لذّت نماز میں
عرفاں کے پانیوں میں رہیں رات دن یہاں

روحانی مائدہ کے یہ اترے ہیں طشت جو
نازل ہوئے ہیں اُس پہ جو ہے مہدئ زماں

آبِ حیات یہ جو میسّر ہے روز و شب
چشمے پہ معرفت کے ، پیئیں بیٹھ کر یہاں

اشکوں کے صاف پانی سے دھلتے ہیں سب گناہ
سجدوں میں رو، کے التجا کرتے ہیں جب میاں

سیراب پانی جو کرے ، جنت کے باغ سب
اعمالِ صالحہ کی ہی نہروں میں ہے رواں

پانی کے ایک گھونٹ سے بجھتی نہیں ہے پیاس
لقمے سے ایک کب بھرے بھوکے کا پیٹ یاں

سیراب ہوں جو پانی سے عرفان کے یہ روز
سرسبز ہوں یہ کھیت ، پھلیں پھولیں گلستاں

اس میکدے سے ملتی ہے جو معرفت کی مے
اس سے سرور پائیں جو ، اَسرار ہوں عیاں

بھوکے کو خواب روٹیوں کے آئیں رات بھر
پانی سراب میں ہو میسّر مگر کہاں

طارق بصیرتوں سے ، جو محروم تم رہو
کیسے عیاں ہو تم پہ وہ جو یار ہے نہاں

مدّتوں کے بعد پھر سے چین آیا ہے مجھے

مدّتوں کے بعد پھر سے چین آیا ہے مجھے
اس نے ملنے کیلئے خود گھر بلایا ہے مجھے

دل کے دروازے پہ دستک دینے والا کون ہے
رات کے پچھلے پہر کس نے جگایا ہے مجھے

میں تو کاروبار اہلِ دل سے کچھ واقف نہ تھا
آشنائے دردِ دل کس نے کرایا ہے مجھے

ڈھونڈتا میں پھر رہا تھا در بدر اس کو کہاں
کون پھر کوچے میں اپنے کھینچ لایا ہے مجھے

کس نے صحرا میں اتارا نور کا چشمہ رواں
بحرِ ظلمت میں کنارے پر لگایا ہے مجھے

لذّتِ ہجراں میں پوشیدہ کہیں ہے اس کا پیار
دور کر کے خود کو مجھ سے آزمایا ہے مجھے

کب ہے تابِ دید جو حُسنِ ازل ہو رُوبرو
شوق دیکھا جب تو آئینہ دکھایا ہے مجھے

گرمیٔ گُفتار سے قائل نہیں ہوتا یہ دل
آتشِ جذبات نے اپنا بنایا ہے مجھے

طارق اس رفتار سے چلتے ہو کیونکر یہ کہو
منزلِ مقصود تک جلدی وہ لایا ہے مجھے

شکر اُس محسن خدا کا روز و شب، شام و سحر

شکر اس محسن خدا کا روز و شب شام و سحر
جس کے احسانوں کے نیچے ہم ہیں سارے سر بسر

اس نے پیدائش سے پہلے بخش دی ہر چیز وہ
جس کی پڑ سکتی ضرورت تھی بہ حیثیت بشر

پرورش کرنے کو جو موجود تھے ماں باپ یاں
ان کے دل میں ڈال دی الفت رہے ہم جن کے گھر

دے کے سب سامان صیقل کر دیا ہے عقل کو
فائدہ تاکہ اٹھائیں دیکھ کر ہم خیر و شر

وہ قویٰ سارے دیئے جن کی ضرورت تھی ہمیں
سوچنے سننے سمجھنے کی صلاحیت دگر

اس نے جسمانی ضرورت کا جو رکھا سب خیال
روح کی نشو و نما کیسے ہو اس کی دی خبر

انبیا بھیجے ہیں پے در پے ہدایت کے لئے
معرفت کے باغ سے تا وہ عطا کر دیں ثمر

پھر خلافت بھیج کر دی خوف سے ایسی اماں
خیر کی ہم کو عطا اور رحمتوں سے کی نظر

اس نے سب تخلیق کی ہے اپنے بندے کے لئے
کر دئے سارے مسخّر ، بحر و بر اور ہر شجر

دی ہمیں توفیق تا سارے مراتب ہوں عطا
نعمتوں سے دین و دنیا کی ہوں مالا مال گھر

ہم پہ نازل ہوں فرشتے ہو امامت کا اثر
ہم جو پا جائیں محبت اس کی جو خیر البشر

ذکر کل محفل میں چل نکلا مرے دلدار کا

ذکر کل محفل میں چل نکلا مرے دلدار کا
مل گیا موقع مجھے بھی پیار کے اظہار کا

حسن کا نقشہ جو کھینچا لکھ دئے سارے حروف
جن سے بن جائے گا مجموعہ مرے اشعار کا

اپنی آنکھیں دیکھ کر شرما گئی چشمِ غزال
حسن جب اس کو نظر آیا ہے چشمِ یار کا

نور سے اس کے ہوا روشن جو دن کو آفتاب
دیکھ کر زلفیں ، کیا شب نے ارادہ ہار کا

آسماں پر کہکشاؤں نے بنایا ہے جسے
ہر ستارہ اک نمونہ ہے اسی چمکار کا

سر سے پاؤں تک مرے ظاہر ہوئے اس کے نقوش
جیسے فطرت ہو گئی مظہر مری سرکار کا

ابتدا سے انتہا تک نقص پا سکتا نہیں
گرچہ دوڑائے نظر ، ہے تجربہ سو بار کا

دیکھ کر ، بھی دیکھ کب پائے ، نہیں عقل و شعور
دل ہے قائل ، حوصلہ پھر کیوں نہیں اقرار کا
ایک جلوے سے گرفتارِ محبّت ہو گئے
ہم کہاں پڑھ پائے دفتر اس کے سب اسرار کا
جس طرف دیکھیں ہمیں طارق نظر آتا ہے وہ
ہم بھی اس کے ہو گئے، جو ہو گیا ہے یار کا

زندگی ہم نے گزاری ہے انہی لوگوں میں

زندگی ہم نے گزاری ہے انہی لوگوں میں
سلسلہ پیار کا جاری ہے انہی لوگوں میں

ہیں محبّت میں گرفتار اسی محسن کے
کوئی تو بات ہماری ہے انہی لوگوں میں

اُس کی سچائی کو قرآن نے جو پیش کیا
سب ثبوتوں پہ وہ بھاری ہے انہی لوگوں میں

اس کے کردار پہ انگلی یہ اُٹھائیں کیسے
اس نے اک عمر گزاری ہے انہی لوگوں میں

جب فرشتوں نے کہا ان کو برابر کر دیں
اب بچا باقی جو ناری ہے انہی لوگوں میں

میرے آقا نے تو اس حال میں بھی کی یہ دعا
ہر کوئی عقل سے عاری ہے انہی لوگوں میں

مانئے والے بھی سچ کو کبھی پیدا ہوں گے
ہم کو امّید یہ بھاری ہے انہی لوگوں میں

حق اگر جان لیں پھر جان بھی قرباں کر دیں
اک یہی بات تو پیاری ہے انہی لوگوں میں

سچ کو سچ کہنے سے حالات بدل سکتے ہیں
بات یہ دل میں اتاری ہے انہی لوگوں میں

طارق اب لوگ ہمیں دیکھ کے کہتے ہیں یہی
بات جو سچی ہے ساری ہے انہی لوگوں میں

وحشت تری آنکھوں سے نکل جائے تو اچھا

وحشت تری آنکھوں سے نکل جائے تو اچھا
حسرت جو مسرّت میں بدل جائے تو اچھا

مہمانوں سے ہوتی تھی ترے گھر میں جو رونق
اب یاد سے اس کی تُو بہل جائے تو اچھا

خود بینی کا سامان ، شکستہ ہوئے دیکھا
گر دل کا بھی آئینہ بدل جائے تو اچھا

بہتر ہے جو قابو میں ہوں ، جذباتِ محبّت
لیکن یہ کبھی دل جو مچل جائے تو اچھا

گھر سے گئے لیلیٰ کو بھی مدّت ہوئی کتنی
اب دشت سے دل مجنوں کا ٹل جائے تو اچھا

ہنگامۂ موسیقی سے ہم کو نہیں مطلب
گا کر جو کوئی عمدہ غزل جائے تو اچھا

آنکھیں جو بنی جلوۂ قدرت کے لئے ہیں
یہ حُسنِ نظر پیار میں ڈھل جائے تو اچھا

آنکھوں میں بسا ہے جو ترے وصل کا سپنا
تعبیر میں اس بار وہ ڈھل جائے تو اچھا

ہے راہ کٹھن دور بھی ہے منزلِ مقصود
کھا کر کوئی ٹھوکر بھی سنبھل جائے تو اچھا

یکدم جو نظر آتے ہیں اب رستے فنا کے
طارق یہ بلا جان سے ٹل جائے تو اچھا

آتے آتے اس کو ہم پر اعتبار آ ہی گیا

آتے آتے اس کو ہم پر اعتبار آ ہی گیا
وقت جس کا کر رہا تھا انتظار آ ہی گیا

عمر اک ہم نے گزاری خواب اس کے دیکھتے
آنکھ جب آخر کھلی موسم بہار آ ہی گیا

ہم محبّت میں خوشی سے سب ستم سہتے رہے
دیکھ کر آخر وفا اس کو بھی پیار آ ہی گیا

جس محبّت سے رہا ہے ایک مدت تک گریز
دل کو اس کے جان جانے سے قرار آ ہی گیا

نیم بسمل پھر رہا تھا کوچۂ جاناں میں وہ
دیکھ کر اپنا مسیحا دل فگار آ ہی گیا

کب تلک رکھتے بچا کر ہم قفس کے طیر کو
تیر جب صیدِ حرم کے دل کے پار آ ہی گیا

میرے مرنے پر مرے گھر سوچ کر اتنا رقیب
میرا آنا اس کو ہو گا ناگوار آ ہی گیا

کب تلک طارق رہیں گے دکھ کے دروازے کھلے
بند کرنے ان کو اب تو اپنا یار آ ہی گیا

محترم مبارک احمد طاہر صاحب کی وفات پر

اک اور عاشقِ مولا ہے جا ملا اُس سے
وہ اُس سے راضی تھا راضی رہے خُدا اس سے

مبارک اس کا تھا نام احمد اور طاہر بھی
کہ انجمن لیا کرتی تھی مشورہ اس سے

خدا نے وقف کی توفیق دی جوانی میں
کیا تھا عہد تو کی عمر بھر وفا اس سے

وہ ہر خلیفہ سے اُتنا ہی پیار رکھتا تھا
وہ جانتا تھا ہر اک چاہتا ہے کیا اُس سے

ذہین تھا وہ فراست کمال رکھتا تھا
کسی نے جب بھی کبھی مشورہ لیا اس سے

خدا نے اس کو نوازا جو مال و دولت سے
اسی کی راہ میں جی بھر کے دے دیا اُس سے

بہت سے لوگ تھے جو اس سے فیض پاتے تھے
مگر زباں سے سنا کم ہی تذکرہ اُس سے

خدا کی راہ میں اُٹھتا تھا ہر قدم اُس کا
نظر سے دور نہ تقویٰ کبھی ہوا اس سے

یہ فیض اگلی نسل میں بھی یوں ہی جاری رہے
کہ اس کے بچوں کو بھی یہ سبق ملا اس سے

مبارک اس کو ہو ں جنّت کی نعمتیں کہ خدا
وہاں پہ اس کے جو پیارے تھے دے ملا اس سے

نہ پوچھا ہم سے کسی نے ، نہ کچھ حساب ہوا

نہ ہم سے پوچھا کسی نے ، نہ کچھ حساب ہوا
کسی کے پیچھے چلے یوں نہ احتساب ہوا

تمہیں نکال کے لائے تھے جو خرابوں سے
عتاب ان پہ ہوا اور وہ شتاب ہوا

دل و دماغ میں یہ جنگ اب بھی جاری ہے
کہ خیر و شر میں بھلا ، کس کا انتخاب ہوا

وہ چھوڑ چھاڑ کے سب کچھ یہاں چلے آئے
ہمیشہ ایسا مؤثّر ترا خطاب ہوا

بہانے ڈھونڈتے تھے ، جو نہ کام کرنے کے
انہیں نہ جان لُٹانے پہ ، اضطراب ہوا

ہمیں خبر ہے کہ ہے زندگی بس اتنی دیر
برستے پانیوں میں جیسے اک حباب ہوا

پہنچ نہ پائے جو منزل پہ ، جاگتے ہی رہے
جو سو گئے تو ادھورا ہمارا خواب ہوا

ہماری ہاں یا نہیں سے بڑھے گی بات اس سے
ملیں گے اس سے ، ہمارا بھی گر شباب ہوا

نظر اسی کی پڑی ہے ، وہ مل گیا طارقؔ
اسی کا ساتھ ملا ہے تو کامیاب ہوا

مجھ کو لگا وہ شخص بڑا معتبر ہی تھا

مجھ کو لگا وہ شخص بڑا معتبر ہی تھا
وہ آگے چل رہا تھا مگر ہمسفر ہی تھا

صدیوں کے بعد پیدا ہوا جب تو چار سُو
ہر کوئی انتظار میں تھا باخبر ہی تھا

علم و ہنر کی بام پہ کرتا تھا گفتگو
وہ راہبر تھا گرچہ وسیع النظر ہی تھا

حکمت کے موتیوں کی جو مالا بکھیر دی
تقسیم کر دیا جو خزانہ گہر ہی تھا

اس کی شجاعتوں کا مقابل نہ تھا کوئی
وہ بے ضرر تھا ساتھ ہی وہ بے خطر ہی تھا

صائب تھی اس کی رائے مذاہب پہ تھی نظر
اس کا ہر ایک مشورہ بھی کارگر ہی تھا

نسخوں سے روح و جسم کے دیتا رہا شفا
کرتا علاج جیسے کوئی چارہ گر ہی تھا

طارق اسی کے نور سے پائی ہے روشنی
وہ بڑھ کے تھا فرشتوں سے لیکن بشر ہی تھا

گھر میں کیوں شور ہے شہروں میں ہوا سنّاٹا

گھر میں کیوں شور ہے، شہروں میں ہوا سنّاٹا
دل کی دھڑکن نے مری توڑ دیا سنّاٹا

شہر کے دشت میں تھا، صبح و مسا ہنگامہ
اس پہ تنہائی کے صحرا میں ملا سنّاٹا

وقت کی جھیل پہ، اس نے ہی مرا ساتھ دیا
جب مری یادوں کی ناؤ میں چلا سنّاٹا

عمر بھر جسم رہا گویا کسی اور کے ساتھ
روح پر یوں اثر انداز رہا سنّاٹا

چیخ اک اور اٹھی ، ظلم کا اعلان ہوا
شہر خاموش ہے ، کوئی نہ صدا ، سنّاٹا

آئینہ دل کا جو ٹوٹا ہے تو اک شور ہوا
میرے اندر سے مرا ٹوٹ گیا سنّاٹا

پھر عذاب آئے ہیں جب آہ فلک تک پہنچی
دیر تک رات کو اشکوں میں ڈھلا سنّاٹا

طارق اب کوئی تو آواز یہاں اُٹھے گی
یوں نہیں چلتا چلا جاتا ، سدا سنّاٹا

کتنے ہی خواب اپنے سہانے دبا دیئے

کتنے ہی خواب اپنے سہانے دبا دئے
یادوں میں رہ گئے جو فسانے دبا دئے

آئے تو تھے زمیں سے خزانے نکالنے
ہم نے زمیں میں کتنے خزانے دبا دئے

ماحول خوشگوار میسّر رہا مگر
ہم نے ہی دل فریب ترانے دبا دئے

آئے تھے اس کو ترکِ تعلق کے جو خیال
ہر بار اُس نے کر کے بہانے دبا دئے

مایوس جب کبھی ہوا اس کے خلوص نے
ہمت بڑھا کے پیار سے شانے دبا دئے

وہ مسکراہٹوں کے رہے منتظر سدا
ہم نے بھی اشک کیسے نہ جانے دبا دئے

ہم کو بھی بن سنور کے نکلنے کا شوق تھا
ہم مرد تھے تو شوق زنانے دبا دیئے

جذبوں کے سامنے کبھی ٹھہری بھی ہے خرد
طوفاں نے آکے شہر پرانے دبا دیئے

طارق ہمیں یقین تھا پھل میٹھا ہی ہو گا
دل کی زمیں میں صبر کے دانے دبا دیئے

مسکراہٹ بانٹنے تم آؤ نا

مسکراہٹ بانٹنے تم آؤ نا
آ کے محفل میں کبھی تم جاؤ نا

یاد کے گہرے سمندر میں کبھی
تم اتر جاؤ تو واپس آؤ نا

اک طلسماتی محل میں بیٹھ کر
گیت مدھم سُر میں کوئی گاؤ نا

وقت نے جو زخم گہرے دے دیئے
وہ تو بھر جائیں گے آخر گھاؤ نا

مصلحت دیکھیں اگرچہ لوگ سب
تم تو سچ کہتے ہوئے شرماؤ نا

مجھ کو تاریکی میں ٹھہرا دیکھ کر
راستے کی روشنی بن جاؤ نا

صبح دم سورج کی کرنیں بن کے تم
خواب سے مجھ کو جگانے آؤ نا

شام کو زینے پہ یوں ہی بیٹھ کر
تم کسی کی یاد میں کھو جاؤ نا

دھیرے دھیرے چل رہی ہے زندگی
زندگی میں پھر مجھے دوڑ آو نا

ایک پل سے دوسرے تک فاصلہ
فاصلوں کو اس قدر بڑھاو نا

چار دن ہی آپ کی قربت ملے
کچھ تو پورے ہوں گے میرے چاؤ نا

تیرے بن طارق بھلا کیسے رہے
اس کی یادیں تو اسے لوٹاؤ نا

کہاں جنوں پہ خرد کا ہے اختیار چلے

کہاں جنوں پہ خرد کا کچھ اختیار چلے
مگر سیانے وہی تھے جو دل کو وار چلے

پڑی ہے جب سے نظر اک حسین کی ہم پر
نگاہِ چشمِ فسوں ساز کا خُمار چلے

خبر ملی ہے انہیں بھی ہمارے ملنے کی
رقیب ، کوچۂ یاراں سے ، دل فِگار چلے

پہنچ سکے ہیں جو منزل پہ تھے یہی دو چار
اگرچہ گھر سے مسافر کئی ہزار چلے

کہیں صدائے انا الحق سنائی دی پھر سے
وہ لے کے پھر کوئی منصور سوئے دار چلے

ہزار بار فدا تُجھ پہ جان کر دیں گے
لٹیں گے ہم بھی کہ جب تک تِرا شُمار چلے

ہماری آخری سانسیں بھی ہیں تری خاطر
رہے گا خم ، سرِ تسلیم ، تیغِ یار چلے

سنا ہے ہجر میں دل ڈوب ڈوب جاتا ہے
ہمارا دل بھی کبھی ہو کے بے قرار چلے

نہیں گلہ اسے طارق تمہارے گرنے کا
اسے خوشی ہے گرے اُٹھ کے بار بار چلے

وہ جو مجرم تھے کہاں موردِ الزام ہوئے

وہ جو مجرم تھے کہاں موردِ الزام ہوئے
ہم ترے کوچے میں آ کر یونہی بدنام ہوئے

پھینک کر تیر نگاہوں کا تو صیّاد گئے
ہم جگر سوختہ بسمل یوں لبِ بام ہوئے

نور کو تیرگی کب تک نہ اترنے دے گی
روز آ جاتی ہے گھر پر جو مرے شام ہوئے

ہو کے مانوس قفس سے، جو پرندے نہ اڑے
ہو کے آزاد کئی ، پھر سے تہہِ دام ہوئے

صبر سے میں نے پچھاڑے ہیں کئی دشمنِ جاں
حوصلہ دیکھ کے میرا ، سبھی ناکام ہوئے

جب سے خود اس نے پلائی ہے محبّت کی شراب
جلوہ حسنِ ازل ، صبح و مسا جام ہوئے

طارق آ جائیں گے واپس وہ سبھی اڑ کے طیور
پاس رہ کے جو ، محبّت سے تری رام ہوئے

اب تو اپنوں سے بھی ملتے ہوئے ڈر لگتا ہے

اب تو اپنوں سے بھی ملتے ہوئے ڈر لگتا ہے
زندگی جیسے کٹھن کوئی سفر لگتا ہے

ہم نے دشواریٔ حالات کو دیکھا ہے مگر
آج انجانا ہمیں اپنا ہی گھر لگتا ہے

ہم کو دشمن نے ہمیشہ ہی غلط سمجھا ہے
اس کو ہر بات میں سازش کا اثر لگتا ہے

ہم تو پیغام محبّت کا لئے آئے ہیں
ان کو اخلاص تکلّف ہی مگر لگتا ہے

ہم کسی مکر میں سازش میں نہیں ہوتے شریک
سادہ لوحوں کا مگر دل پہ اثر لگتا ہے

اک نئے دور کے آغاز کا موسم ہو گا
بدلا بدلا سا ذرا شام و سحر لگتا ہے

طارق اب جلد کوئی جلوہ دکھائے گا خدا
سامنے آنکھوں کے اللہ کا گھر لگتا ہے

یہ نظّارے مصور کی بنی تصویر لگتے ہیں

یہ نظّارے ، مصور کی بنی تصویر لگتے ہیں
کتابِ زندگانی کی ، لکھی تفسیر لگتے ہیں

یہ غزلیں گیت نغمے ، جو کہ بکھرے ہیں فضاؤں میں
سراپا حُسنِ کامل کی مجھے تحریر لگتے ہیں

چمن میں غنچہ و گل ، رنگ و بُو پھیلے ہیں جتنے بھی
مرے محبوب کے رنگوں کی ہی تشہیر لگتے ہیں

فلک پر جو ستارے ، روز و شب رہتے ہیں گردش میں
مجھے کون و مکاں کے یہ کوئی شہتیر لگتے ہیں

انہیں دیکھا تو یہ احساس بدلا ہے یقیں میں ، اب
مجھے تو وہ مرے خوابوں کی ہی تعبیر لگتے ہیں

ستم اب تک ہوئے جتنے خدا کے نیک بندوں پر
خدا ہی کی مجھے اعلیٰ کوئی تقدیر لگتے ہیں

یقیناً اب کرم کا حکمِ سلطانی ہوا ہو گا
فرشتے اب کوئی کرتے ہوئے تدبیر لگتے ہیں

نہ جانے کیا گراں گزرے گا ان کی طبعِ نازک پر
نہ طارق ، کچھ کہو پہلے ہی وہ دلگیر لگتے ہیں

تم ہم سے شکایت کرتے ہو یہ کس نے کہا خاموش رہو

تم ہم سے شکایت کرتے ہو کس نے یہ کہا خاموش رہو
ہم بولے جب تو دھیرے سے یہ کہہ بھی دیا خاموش رہو

منہ کھولو جب تو تم ساری سچی باتیں ہی کرتے ہو
سچ کہنے سے کٹتا ہے گَلا پھر کیا ہے گلِہ خاموش رہو

سقراط کے قدموں پر چل کر تم زہر کا پیالہ پی جاؤ
ہے باقی کیا کہنے کو بچا اچھا یا برا خاموش رہو

ہم تم کو دعائیں دیتے ہیں جب بھی تم اپنے گھر جاؤ
تم ان کی سُنو اپنی نہ کہو چھوڑو شکوہ خاموش رہو

جو تمُ نے مظالم دیکھے ہیں تاریخ گواہی دے ان کی
کیا کیا نہ ستم چپکے سے سہا جب تم سے کہا خاموش رہو

اس راہ پہ چلتے چلتے تم اک دن منزل کو پا لو گے
تم اس در پر چپکے سے جُھکو مانگو جو دعا، خاموش رہو

تم سے پہلے بھی لوگ کئی اس راہ پہ اپنی جاں سے گئے
طارق تم سب کچھ جانتے ہو پھر کہنا کیا خاموش رہو

ہم نے آئین کی جو پار کی حد

ہم نے آئین کی جو پار کی حد
تم لگاؤ گے اختیار کی حد

آزمائش کو آ گئے ہو پھر
تم نے دیکھی نہیں ہے پیار کی حد

جان لے لو گے اس سے آگے کیا
ہو گی کوئی تمہاری مار کی حد

نور اُترا تھا نور پر جیسے
ختم اس پر تھی انتشار کی حد

کوئی اس تک نہیں پہنچ پایا
عرش تک تھی جو میرے یار کی حد

سرخرو ہو گیا ہوں اس کے حضور
میں نے توڑی نہ اعتبار کی حد

پھول سے تو کبھی بھی خوشبو کو
روک سکتی نہیں ہے خار کی حد

طارق اب جلد وقت آئے گا
ختم ہو گی یہ انتظار کی حد

دیکھا ہے وہ چہرہ کبھی جی بھر نہیں دیکھا

دیکھا ہے وہ چہرہ کبھی جی بھر نہیں دیکھا
نظریں جو ملیں ، نظریں اُٹھا کر نہیں دیکھا

اک حسن کے جلوے کا تصور تو ہے قائم
آنکھوں نے اسے نور سے باہَر نہیں دیکھا

اُس شمعِ فروزاں پہ فدا ہم جو ہوئے ہیں
اُس لعل سا روشن کوئی گوہر نہیں دیکھا

ہم ہی نہیں داخل صفِ عشّاق میں اس کی
کرتا جو نہ ہو جان نچھاور ، نہیں دیکھا

دل اس کی محبّت میں دھڑکتا ہے تو ایسا
ہم نے تو کوئی دنیا میں ، دلبر نہیں دیکھا

ہے ایک جہاں کب سے کھڑا اس کے مقابل
اس میں کبھی دشمن کا کوئی ڈر نہیں دیکھا

الزام ہمیں دیتی ہے دنیا تو وہ دے گی
پیغام یہ رکنے کا تو منظر نہیں دیکھا

عرفان کے نکتوں کو صحیفوں سے بتا کر
جو علم سے کرتا ہو منوّر نہیں دیکھا

طارق کو تسلّی ہے تو بس اس کی دعا سے
اس جیسا زمانے میں تو رہبر نہیں دیکھا

پردے میں رہ کے بھی عیاں حسن و جمال کر دیا

پردے میں رہ کے بھی عیاں حسن و جمال کر دیا
ہر شے بنا کے آئنہ اس نے کمال کر دیا

میں تو گیا تھا مانگنے دید کی اک جھلک مگر
وعدۂ وصل سے مجھے اس نے نہال کر دیا

اس کے بغیر زندگی گزری جو بے مزہ تھی وہ
پایا اسے تو بھولنا دل نے محال کر دیا

لذّتِ قُربِ دائمی پانا ہے مقصدِ حیات
اُس نے تو میری چاہتوں کو لا زوال کر دیا

اُس کو بتاؤں کیا بھلا اُس کو تو خود ہے سب پتہ
دنیا نے اُس کے دین کا کیا بُرا حال کر دیا

اس میں سے کچھ جو دے دیا اس نے کیا تھا جو عطا
اس نے کئی گُنا مرا مال و منال کر دیا

طارق ادب سے تُو ذرا اس کی گلی میں رکھ قدم
اس نے ثبوت پیار کا تُجھ کو سنبھال کر دیا

رفاقت تجھ سے ہوتی جا رہی ہے

رفاقت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے
کہ اُلفت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

خلافت کا جو پہنا تاج سر پر
ارادت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

ترے اخلاق کا ہے یہ کرشمہ
کرامت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

عداوت تھی جنھیں تُجھ سے، انہیں اب
عقیدت تُجھ سے ہوتی جارہی ہے

کھڑے ہیں دیکھنے جو لوگ اتنے
قیامت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

دلِ ناداں تجھے کہتا ہے اپنا
محبّت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

سرِ بازار دل کو بیچ ڈالا
کہ بیعت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

اُسے جو اب تلک تُجھ کو نہ سمجھا
رقابت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

مریضِ عشق کا تُو چارہ گر ہے
طبابت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

لکھی دل پر کتابِ عشق میرے
قَراءَت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

تجھے دیکھے تو دل رُک رُک کے دوڑے
کہ قربت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

پگھل جاتی ہے دل کی جو سیاہی
حرارت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

عبادت ہے تری صحبت کہ دل میں
طہارت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

غنیمت ہیں مجھے دو چار لمحے
قرابت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

سعادت بیٹھنا قدموں میں تیرے
سیادت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

بشارت ہو تجھے طارق جو اُس کی
اطاعت تُجھ سے ہوتی جا رہی ہے

سحر ہماری بھی ہر روز شام ہوتی رہی

سحر ہماری بھی ہر روز شام ہوتی رہی
یہ زیست گرچہ تمہارے ہی نام ہوتی رہی

رموزِ عشق سمجھنے کا حوصلہ نہ ہوا
جنوں سے گرچہ خرد ہمکلام ہوتی رہی

مسیحا آ گیا ایفائے عہد کرنے کو
اسی کے حکم سے تیغ اب نیام ہوتی رہی

مخالفوں نے اٹھایا تھا شور پھر اک بار
فریب و مکر کی سازش تمام ہوتی رہی

جو ابتدا میں صداقت کو مان لیتے ہیں
انہی کی زیست ہمیشہ حرام ہوتی رہی

جہاں میں آج ہوئے ہیں جو نفرتوں کے سفیر
عدو سے ان کی دعا و سلام ہوتی رہی

محبتوں نے جگہ دل میں اب بنائی ہے
کہ دھیرے دھیرے یہ تعلیم عام ہوتی رہی

خدا کرے کہ ہدایت نصیب ہو سب کو
دعا ہماری یہ طارق مدام ہوتی رہی

❁ ❁ ❁

جو تم نے چاہا کبھی ویسا ڈھل نہ پائے ہم

جو تم نے چاہا کبھی ویسے ڈھل نہ پائے ہم
تمام خواہشیں اپنی کچل نہ پائے ہم

کچھ اس طرح سے گزاری ہے زندگی ہم نے
کہ اپنی ذات سے باہَر نکل نہ پائے ہم

سبق لیا نہ کبھی کائنات سے ہم نے
نظامِ گردشِ دوراں پہ چل نہ پائے ہم

عجب تماشہ یہاں روز و شب کا جاری ہے
کہ شام اپنی سَحَر میں بدل نہ پائے ہم

عزیز ہم نے رکھا جب سے اس زمانے کو
گرے ہیں ایسے کہ اب تک سنبھل نہ پائے ہم

زمیں بھی اپنی مسلسل سفر میں رہتی ہے
فلک کی گردشوں سے آج کل نہ پائے ہم

کہیں ہمی سے کوئی چُوک ہو گئی ہو گی
نصیب تجھ سا جو روزِ ازل نہ پائے ہم

محبّتوں کے امیں بن کے ہم سے بات کرو
کہ نفرتوں سے تو طارق پگھل نہ پائے ہم

حشر کا سوچا تو ایسے مضطرِب ہونے لگے

حشر کا سوچا تو ایسے مضطرب ہونے لگے
ہم تو اپنے آپ ہی سے مجتنب ہونے لگے

احتساب اپنا وہ خود لیتا فرشتے بھی مگر
بیٹھ کر کندھوں پہ اپنے محتسب ہونے لگے

انتخاب اس کا اگر بندے کریں تو کیا ہوا
اذنِ ربّ سے جب خلیفہ منتخَب ہونے لگے

ہاتھ میں جب ہاتھ دے کر کر لیا عہدِ وفا
دین و دنیا اس کی جانب منقلب ہونے لگے

رات دن سب فیض پائیں ہو جو دل کا تزکیہ
علم و عرفاں سے سبھی ہم مکتسب ہونے لگے

وہ گماں کرتے ہیں شاید مل گئی دنیا ہمیں
اک حسیں کے عشق کے جب مرتکب ہونے لگے

کان میں سونے کی رہ کر ہم بھی سونا ہو گئے
اب تو ہر نیکی اسی سے منتسب ہونے لگے

ہم رہے طالب ہمیشہ اس کی مل جائے دعا
دستِ شفقت کے جو طارق مطّلِب ہونے لگے

ہے کوئی ربط باہم لکھا ہے

ہے کوئی ربط باہم لکھا ہے
اور بھی ایک عالَم لکھا ہے

مجھ کو خوشیاں ودیعت ہوئی ہیں
تیری قسمت میں ماتم لکھا ہے

ہے خدا کا ہی وہ اسمِ ذاتی
گر کہیں اسمِ اعظم لکھا ہے

جس نے پائی سخاوت سے عزّت
طے قبیلے کا حاتم لکھا ہے

تھے نہ ماں باپ دونوں ہی جس کے
مثلِ عیسیٰ وہ آدم لکھا ہے

ہے نبی میرا نبیوں میں اعلٰی
اُس کو قرآں نے خاتَم لکھا ہے

تجھ کو پانا تو آساں نہیں ہے
کیسے پانا ہے تاہم لکھا ہے

طارق اب اور کیا تُجھ سے مانگے
اے خدا تُو نے دائم لکھا ہے

سوال آئیں ہمیں امتحاں میں آساں سے

سوال آئیں ہمیں امتحاں میں آساں سے
ملا ہے وقت ہمیں کب حسابِ دوراں سے

ملے ہیں اُنس جو دو ، تب بنا ہے اک انساں
وہ ایک اُنس خدا سے ہو ، ایک انساں سے

خدا سے بندے کا باریک سا تو پردہ ہے
حیا نہ ہو اگر انسان بھی ہوں ، حیواں سے

ہمیشہ ہوتا یہی آیا، کارِ دنیا ہے
کہ دھوکہ کھایا ہے ، مکر و فریبِ شیطاں سے

خیال و خاطرِ احباب جو ہے مدِّ نظر
ہمارا خاص تعلق ہوا ہے مہماں سے

ہماری خواہشیں حسرت کبھی بنیں ہی نہیں
گلہ کوئی بھی نہیں اس کی ذاتِ رحماں سے

کہیں وہ یہ نہ کہے پوچھ کر انہیں دیکھو
کہیں اُداس نہ ہو ، کوئی دل کے ارماں سے

ہمیں تو جانا تھا اُس پار پھر ہمارا یہاں
شمار تم نے کیا ، دُور کیسے ، رضواں سے

جہاں میں ہم چلے آئے کسی کے کہنے پہ تھے
جو واپسی ہے تو پوچھیں گے کیسے انساں سے

خیال آیا ہے طارق جو لوٹ جانے کا
تو ہو کے ہلکے چلے جائیں بارِ عصیاں سے

لوٹ کر اپنے گھر جو آنے لگے

لوٹ کر اپنے گھر جو آنے لگے
دل کو اچھے کئی بہانے لگے

کھو گئے ہم کہیں پہ رستے میں
ڈھونڈنے میں کئی زمانے لگے

جو ملے دوست وہ پرانے تھے
ہم کو وہ دوست ہی خزانے لگے

ذکر ہم نے کیا تمہارا جب
جانے کیوں اُٹھ کے لوگ جانے لگے

ہم نے کاٹی جو زندگی تنہا
گھر بھی ہم کو تو قید خانے لگے

واقعہ ہے یہ میرے شہروں کا
لوگ اپنے ہی گھر گرانے لگے

پیش جب سامنے ہوئے اس کے
میرے سارے عمل ٹھکانے لگے

ان کو دیکھا تو ہوش ایسے اڑے
دیکھ کر وہ بھی مُسکرانے لگے

طارق اُس پر نظر پڑی تھی یہاں
جب سے ہم اس گلی میں آنے لگے

روشن ہیں آسمان پہ جیسے مہ و نجوم

روشن ہیں آسمان پہ جیسے مہ و نجوم
پھیلے ہوئے ہیں چار سُو عشّاق کے ہجوم

ہے برکتوں سے پُر جو مسیحا کا ہے نزول
خوشبو اسی کی پھیلتی جاتی ہے بالعموم

جس نے اُٹھایا بوجھ یہ قربانیوں کا خود
اُس کو خُدا نے خود کہا جہول اور ظلوم

ہم خوش نصیب در پہ مسیحا کے آگئے
اب تو ہوئی ہے سارے زمانے میں اُس کی دھوم

آنے سے اس کے ثلج کے آئے ہیں ایسے دن
ٹھنڈی ہوئی گناہ کی بھی آتشِ سموم

اس پر درود بھیجتے ہیں سارے روز و شب
صالح عرب کے ان میں ہیں ابدالِ شام و روم

اس نے اسیرِ نفس کے آزاد کر دئے
اُس نے چھڑُا دیں لغو جو دیکھیں کہیں رسوم

دیکھا تو جان و دل سے ہوئے اس پہ ہم فدا
بچوں کو ہم نے وقف کیا پیش کیں رقوم

اُس نے خدا کے فضل سے تقسیم کر دیئے
پائے تھے اس نے جو بھی خزانے وہ سب علوم

طارق خدا کا شکر ہے واجب قدم قدم
اس کی عنایتوں پہ جی جاتا ہے جھوم جھوم

ہم ترے شہر میں اس طور گزارا کرتے

ہم ترے شہر میں اس طور گزارا کرتے
یاد کر کر کے ، تجھے روز پکارا کرتے

تیری خاطر ہی اتر آئے تھے میدان میں ہم
ورنہ ہر گام پہ ہم ، دنیا سے ہارا کرتے

وقت مشکل تھا ملاقات کا ساماں نہ ہوا
کیسے ممکن تھا کہ ہم تم سے کنارا کرتے

کب ہمیں دنیا کی آسائشیں تھیں مدِّ نظر
ہاں مگر تم بھی کسی روز اشارہ کرتے

جان دے کر بھی کہاں چین ہمیں آیا ہے
ہم تو ہر روز ہی اس جان کو وارا کرتے

رات بھر رقص کیا شمع کے پروانوں میں
ہم وہیں پر تھے ، اگر ذکر ہمارا کرتے

حُسن پر اپنے بھروسہ نہ اگر ہوتا اُنہیں
آئینہ دیکھ کے وہ خود کو سنوارا کرتے

وہ جو موجود تھا ہم سب کی تسلّی کے لئے
کچھ سنا کر اسے ہم ، بوجھ اتارا کرتے

چاند کو دیکھ کے ہم بھی تو سیہ راتوں میں
اپنی پلکوں پہ کبھی اشک ستارہ کرتے

طارق اب آ ہی گئے ہو تو انہیں بتلا دو
وہ سمجھ جاتے اگر غور دوبارہ کرتے

شرافت ہچکچائے جن سے یہ وہ پیر لگتے ہیں

شرافت ہچکچائے جن سے یہ وہ پیر لگتے ہیں
تو ان کے معتقد کیوں صاحبِ توقیر لگتے ہیں

سنا تھا ذکر جن لوٹوں کا اب بھی ہیں سیاست میں
کبھی چمچے جو کہلاتے تھے اب کفگیر لگتے ہیں

مرے کچھ مہرباں نالاں ہیں اتنے ڈاکٹر سے اب
حکیموں کے سبھی نسخے انہیں اکسیر لگتے ہیں

الیکشن جیت کر ان کو ابھی گھر بھی چلانا ہے
مسائل اب انہیں لوگوں کے سب گمبھیر لگتے ہیں

انہیں پیرانِ تسمہ پا سے کوئی تو بچا لے اب
وہ قینچی ڈال کر گردن پہ رسہ گیر لگتے ہیں

ہمیں ان کی سیاست سے نہیں کچھ لینا دینا پر
مصیبت میں انہیں پا کر ذرا دلگیر لگتے ہیں

یہ دنیا چار دن یوں جو عجب سپنے دکھاتی ہے
وہ کب ہوتے ہوئے شرمندۂ تعبیر لگتے ہیں

ہمارا کام ہے طارق انہیں اتنا بتا دینا
یہ لیڈر ان کی اپنی ہی کوئی تقصیر لگتے ہیں

دل کی تنہائی کہیں مار نہ ڈالے مجھ کو

دل کی تنہائی کہیں مار نہ ڈالے مجھ کو
یہ تمنّا ہے کہ تُو اپنا بنا لے مجھ کو

ٹوٹ کر جب میں بکھر جاؤں کبھی وقت کے ساتھ
تیری یادوں کا کوئی لمحہ بچا لے مجھ کو

پھول سے مجھ کو بھلا شکوہ کوئی کیسے ہو
رنگ بدلے تو وہ خوشبو میں بسا لے مجھ کو

میری ناکامی پہ ڈھارس تُو بندھائے میری
ہوں جو مایوس تو سینے سے لگا لے مجھ کو

تُو نے ہر موڑ پہ بچوں کی طرح پیار دیا
تو ہی ماؤں کی طرح آج بھی پالے مجھ کو

تُو نے طوفانوں میں اب تک مجھے گرنے نہ دیا
آج تک یہ نہ ہوا تُو نہ سنبھالے مجھ کو

وقت کے ساتھ بدل جاتی ہے دنیا لیکن
دور جاؤں میں اگر ، پاس بُلا لے مجھ کو

جھولی پھیلائے ترے سامنے آیا طارق
مجھ کو امیّد نہیں تُو کبھی ٹالے مجھ کو

اب امانت میں خیانت نہیں کی جا سکتی

اب امانت میں خیانت نہیں کی جا سکتی
ہو فراست تو حماقت نہیں کی جا سکتی

مجھ کو بھیجا ہے یہاں کوئی تو مقصد ہو گا
زندگی یوں تو ودیعت نہیں کی جا سکتی

ہر کوئی اپنے عمل کا ہے اگر ذمّہ دار
بن تعلّق تو شفاعت نہیں کی جا سکتی

دیکھ کر بوجھ یہ ڈالا گیا اُن کندھوں پر
ورنہ یونہی تو رسالت نہیں کی جا سکتی

کچھ ہمیں بھی تو وہ تیّاری کا موقع دے گا
یوں اچانک تو قیامت نہیں کی جا سکتی

نفع ہو گا یا زیاں کس نے یہ سوچا ہے ابھی
اس محبّت میں تجارت نہیں کی جا سکتی

پیش کرنے کو اگر کچھ بھی مرے پاس نہیں
پھر ندامت میں زیارت نہیں کی جا سکتی

جو محبّت کی علامت کے لئے رکھی ہو
اُس عبادت میں رعایت نہیں کی جا سکتی

ہے محبّت کی تپش گرمیٔ جذبات کے ساتھ
اس تمازت میں ریاضت نہیں کی جا سکتی

کون آئے گا وکالت کی اجازت لے کر
واں صداقت کی شکایت نہیں کی جا سکتی

طارق اب اپنی ارادت میں جسارت نہ کرو
نظر انداز عدالت نہیں کی جا سکتی

پھر سے جاہل کوئی کرسی پہ بٹھا دیں نہ کہیں

پھر سے جاہل کوئی کرسی پہ بٹھا دیں نہ کہیں
پھر سے منصور کو سُولی کی سزا دیں نہ کہیں

وہ جو ہے نقش ترا چہرہ مری یادوں میں
میرے بگڑے ہوئے حالات چھپا دیں نہ کہیں

بیٹھ کر ریت پہ ساحل کی، ترا نام لکھوں
پھر میں لہروں سے لڑوں ، اُس کو مِٹا دیں نہ کہیں

نیک کر جاؤں کوئی کام ، اگر دنیا میں
یہ نہ ہو ڈر مجھے جنّت سے بھگا دیں نہ کہیں

سینچ کر گلشنِ احمد کو لہو سے جو گئے
بھولنے ایسے شہیدوں کی وفا دیں نہ کہیں

یہ نئی نسل رہے تقویٰ پہ قائم ہر دم
اپنے اسلاف کے اطوار بھلا دیں نہ کہیں

ہم نے ورثے میں جو پائے ہیں خزانے بھاری
ان کو معمولی سمجھ کر ہی گنوا دیں نہ کہیں

اعلیٰ اخلاق شیوہ رہیں طارق ہر دم
اپنے تقویٰ کا بھی معیار ، گرا دیں نہ کہیں

ہے بصارت تو کہیں چشمِ بصیرت ہی نہیں

ہے بصارت تو کہیں چشمِ بصیرت ہی نہیں
اشک بہتے ہیں مگر دل میں وہ رقّت ہی نہیں

سارے سامانِ مدارات میسّر ہوں ہمیں
تُو نہ ہو ساتھ تو ایسی کوئی چاہت ہی نہیں

آئنہ صاف ہو دل کا ، تو نظر آتا ہے
وہ تِرا چہرہ کہ ویسی کوئی صورت ہی نہیں

ہم سفر کوئی تو ایسا ہو کہ رہ دکھلائے
اب بھٹک جانے کی باقی کوئی ہمّت ہی نہیں

اب تو پھولوں سے گزارا نہیں ہوتا اپنا

اب جو کانٹوں کے بنا رہنے کی عادت ہی نہیں

مستقل ایک تماشا ہے شب و روز بنا

ان مناظر کے بدل جانے کی صورت ہی نہیں

آسماں سے ہی کوئی آئے تو کچھ بات بنے

اب زمیں میں تو رہی باقی فراست ہی نہیں

تم دکھاتے ہو انہیں شمس و قمر کیا طارق

آنکھ کے اندھے کہیں، نور کی حاجت ہی نہیں

یوں تو ہے آبگینہ ، عورت ہے اک خزینہ

یوں تو ہے آبگینہ، عورت ہے اک خزینہ
ہم کو ملا زمیں پر یہ قیمتی نگینہ

آتی ہے گھر میں جب یہ ہوتی ہیں رونقیں یوں
اتری پری ہو کوئی یا حور سی حسینہ

ہوتی ہے لاڈلی یہ ماں باپ کی تو ایسی
جیسے کہ مل گیا ہو قارون کا دفینہ

نازوں سے پل کے گھر میں ہوتی جوان ہے یہ
اس پر نظر پڑے تو ٹھنڈا ہو ماں کا سینہ

ساتھ اپنے لے کے آئے جنّت کی یہ بشارت
والد بہائے دن بھر اس کے لئے پسینہ

بیٹی کے روپ میں یہ آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک
آتی ہے نور بن کر بنتی ہے چشمِ بینا

رکھتی ہے بھائیوں کو ، بھی لاڈلا تو لیکن
بہنوں سے دوستی بھی مل جُل کے کھانا پینا

تعلیم اپنی حاصل کرتی ہے ہر قدم وہ
گھر داری کا سلیقہ سیکھے پرونا سینا

پھر گھر سے ہو کے رخصت جاتی ہے اک نئے گھر
یاں پر نئے سرے سے ہوتا ہے ایک جینا

شوہر کی ذمہ داری بچوں کو پالنا ہے
عورت کو لے کے چلنا ہے ساتھ یہ سفینہ

قدرت نے کی ودیعت ہے اس میں صبر و ہمّت
ہو جائے ورنہ مشکل گزرے نہ اک مہینہ

عورت ہی نسلِ نو کو پروان ہے چڑھاتی
دینا ہے اس نے ان کو آداب کا قرینہ

عورت ہے ماں تو جنّت قدموں تلے ہے اسکے
پروان جب چڑھیں گے گودوں میں متّقی نا

عورت کے روپ سارے لگتے ہیں کتنے پیارے
مریم ہو آسیہ ہو مومن ہو تب کہیں نا

گنبد کو توڑ دو گے مینار توڑ دو گے

گنبد کو توڑ دو گے ، مینار توڑ دو گے
تم مسجدیں بھی شاید دو چار توڑ دو گے

آخر کو کیا ملے گا، کلمہ تمہیں مٹا کے
حق کا جو ہو رہا تھا ، اظہار توڑ دو گے

ایمان سے منوّر توڑو گے دل یہ کیسے
ان پر رقم خدا کا ، کیا پیار توڑ دو گے

نقصاں کرو گے کس کا ، ثابت کرو گے کیا تم
جب باغ کے شجر تم پھلدار توڑ دو گے

آپس میں گو لڑو تم ، سازش تو یہ کرو تم
توحید کا دلوں سے اقرار توڑ دو گے

تم نفس کے پجاری، ایمان سے ہو عاری
کرسی ملے تو دیں کا پندار توڑ دو گے

کلمہ سے کیا غرض ہے ، مقصد فساد سے ہے
جس کے لئے ہر اک حد ، ہر بار توڑ دو گے

پہلے بھی تم سے آئے ، حربے سب آزمائے
کچھ بھی نہ کام آئے ، اوزار توڑ دو گے

ہم جیل میں گئے ہیں پہلے بھی اس کی خاطر
سینے بنیں گے پھر سے دیوار ، توڑ دو گے؟

تاریخ کو اُٹھا کر دیکھو تو اک نظر تم
تم نے کئے جو وعدے ، ہر بار توڑ دو گے

تم آئینے سے ڈر کے چہرہ چھپا رہے ہو
آئین خود ہی اک دن سرکار توڑ دو گے

طارق لکھا ہے کلمہ ہر احمدی کے دل پر
ان سے کہو یہ دل پھر ، اک بار توڑ دو گے

تیرا یونہی نہ انتظار کیا

تیرا یونہی نہ انتظار کیا

ہم نے سپنوں کا اعتبار کیا

تُجھ سے ملنے کی باندھ لی امّید

دل نے بیتاب بار بار کیا

لیلیٰ مجنوں پیام لائے تھے

کیا خطا کی جو ہم نے پیار کیا

عشق میں گر نہیں ملی منزل

راستے کو تو اختیار کیا

نا گہاں چوٹ کھائی تھی ہم نے

اُس نے چپکے سے دل پہ وار کیا

تم جو ہم سے کھنچے سے رہتے ہو
ہم نے کیا کام ، ناگوار کیا

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے
کب کسی نے یہاں قرار کیا

پتھروں سے جو دوستی کر لی
لعل و گوہر کا کاروبار کیا

کوئی غم ہو ، خوشی کا موقع ہو
تیری یادوں نے سوگوار کیا

تم جو ملتے نہیں ہمیں طارق
کیا کسی اور کو ہے یار کیا

عنایتوں کی وہ بارش تو عام کرتا ہے

عنایتوں کی وہ بارش تو عام کرتا ہے
کبھی کبھی تو وہ ہم سے کلام کرتا ہے

اگرچہ ہر جگہ موجود تو ہے وہ ہر پل
ہمارے دل میں ہمیشہ قیام کرتا ہے

ہماری حالتوں سے وہ کبھی نہیں غافل
وہ دے کے ڈھیل مگر دل کو رام کرتا ہے

کبھی وہ امتحاں لے کر بھی آزماتا ہے
کبھی نواز کے خود سارے کام کرتا ہے

کمی ہماری نظر آئے جب تو معاف کرے
جزا سزا کا بھی وہ اہتمام کرتا ہے

وہ بندگی کے طریقے بھی خود سکھاتا ہے

وہ سرکشوں کو سزا دے کے دام کرتا ہے

وہی جو نفس کے حملوں سے خود بچاتا ہے

وہی تو رحم کے جلووں کو عام کرتا ہے

خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا تُو بھی

بتوں کے سامنے کیوں رام رام کرتا ہے

مرا خدا مرا مالک ، مرا سلام بھی ہے

میں طارق اس کا ہوں وہ میرے کام کرتا ہے

یومِ پاکستان کے موقع پر مہاجرین کا وطن کے نام پیغام

اے مرے پاک وطن میرے وطن پیارے وطن
تُجھ پہ قربان مری جان مرے تن من دھَن

تیری خوشبو سے مہکتا ہے مرے دل کا چمن
تیرے نظّارے وہ دریا وہ ترے کوہ و دمن

تیرے صحراؤں میں سونا بھی بنا ہے کندن
لعل و گوہر تری مٹی سے جو نکلے روشن

اے مرے پاک وطن میرے وطن پیارے وطن
تُجھ پہ قربان مری جان مرے تن من دھَن

اے وطن کاش یہ سمجھیں ترے رہنے والے
کون ہیں تیرے لئے جاں سے گزرنے والے

تیری بنیادوں میں میرا بھی لہو شامل ہے
دعویداروں میں ترے آج عدو شامل ہے

دیکھنے کی تجھے کس قوم نے ہمّت کی ہے
ہم نے خوں دے کے تری ایسی حفاظت کی ہے

اے مرے پاک وطن میرے وطن پیارے وطن
تُجھ پہ قربان مری جان مرے تن من دھَن

اے وطن تیری زمیں ہم کو بہت پیاری ہے
جو کٹی تجھ میں سدا اس کا سحر طاری ہے

کیا کریں تیرے مکیں اب نہیں رہنے دیتے
بات سچی تو وہاں پر نہیں کہنے دیتے

حرکتیں ایسی وہاں باعثِ آزار ہوئیں
مسجدیں سامنے تیرے ہیں جو مِسمار ہوئیں

اے مرے پاک وطن میرے وطن پیارے وطن
تُجھ پہ قربان مری جان مرے تن من دھَن

اے وطن تُجھ سے تعلّق تو نہیں چھوڑیں گے
عہد و پیمانِ وفا تجھ سے نہیں توڑیں گے

میرے ایمان کا حصّہ ہے محبّت تیری
دل سے کیسے یہ چلی جائے گی اُلفت تیری

تیری امّیدوں پہ ہم یاس نہ آنے دیں گے
تیرے دشمن کو کبھی پاس نہ آنے دیں گے

ہم تِرے نام کو دنیا میں کریں گے روشن
پھیل جائے گا جہاں بھر میں ہمارا یہ سُخن

اے مرے پاک وطن میرے وطن پیارے وطن
تُجھ پہ قربان مری جان مرے تن من دھَن

ہم جو تھوڑا سا کہیں شکوہ شکایت کر لیں

ہم جو تھوڑا سا کہیں شکوہ شکایت کر لیں
آپ بھی ہم پہ ذرا نظرِ عنایت کر لیں

آپ سے یوں تو ملاقات بڑی مشکِل ہے
کیوں نہ اب آپ کے ہی شہر میں ہجرت کر لیں

گر نہیں تُجھ سے ملاقات کے قابل یارب
ہم تجھے سجدہ ہی کرنے پہ قناعت کر لیں

تُو اگر راضی رہے ہم سے تو شب بھر جاگیں
دن کو جس وقت کہے تُو تو عبادت کر لیں

چاند کو دیکھ کے چہرہ تِرا یاد آتا ہے
ہم اُسے دیکھتے رہنے ہی کی عادت کر لیں

دیکھ کر لطف و کرم تیرا خیال آتا ہے
کیوں نہ ہم تیری طرح سب سے محبّت کر لیں

لوحِ محفوظ میں بھیجا تھا سندیسہ تُو نے
تیرے قرآن کی ہم بھی تو تلاوت کر لیں

وہ جو بیمار ہیں لاچار پڑے ہیں تنہا
چاہیئے ہم بھی کبھی ان کی عیادت کر لیں

طارق اظہارِ محبّت بھی تو آسان نہیں
آپ کو چاہیئے اس فن میں مہارت کر لیں

اُس سے ہو جائے ملاقات یہ وعدہ بھی نہیں

اُس سے ہو جائے ملاقات یہ وعدہ بھی نہیں
اُس کی رحمت سے تو مایوس زیادہ بھی نہیں

سر میں سودا جو سمایا ہے اسے ملنے کا
چل پڑا ہوں مرا رُکنے کا ارادہ بھی نہیں

میرے دامن پہ اگرچہ ہیں ہزاروں دھبّے
روکنے والا مجھے میرا لبادہ بھی نہیں

مجھ کو رستے میں میسّر رہے سامانِ سفر
دُور سے آیا ہوں لیکن میں پیادہ بھی نہیں

یوں تو کہنے کو مرے پاس بہت باتیں تھیں
لب ہوئے سامنے اس کے تو کشادہ بھی نہیں

جس کی مژگاں پہ مجھے تارے نظر آئے تھے
دُکھ اُسے مجھ سے بچھڑنے کا زیادہ بھی نہیں

مست آنکھوں سے پلائی ہے مجھے ساقی نے
میں نشے میں ہوں مگر ہاتھ میں بادَہ بھی نہیں

ہم تو گھر سے اسے دل دے کے چلے تھے طارق
ہاتھ تھاما تو کسی کا سرِ جادہ بھی نہیں

الفاظ میں جادو ہے معانی میں نہیں ہے

الفاظ میں جادو ہے ، معانی میں نہیں ہے

سو اُس کی طلب میری کہانی میں نہیں ہے

وہ پیاس بجھاتا ہے ڈبوتا نہیں تم کو

گہرائی تو دریا میں ہے پانی میں نہیں ہے

ہر کوئی بڑھاپے میں تو ہو زاہد و عابد

کیا توبہ اگر عہدِ جوانی میں نہیں ہے

دل اس کی محبّت میں فدا ہو تو بہے یوں

وہ تیزی تو دریا کی روانی میں نہیں ہے

جو شیریں زبانی نے دکھائے ہیں کرشمے

ہوتا وہ اثر تلخ بیانی میں نہیں ہے

جو دل سے نکلتی ہے دعا ، دیکھا ہے تم نے

کیا اس کی پہنچ عرشِ مکانی میں نہیں ہے؟

نعمت جو میسّر ہے وہاں اگلے جہاں میں

اس جیسی کہیں دنیاءِ فانی میں نہیں ہے

طارق جو ملے تم کو محبّت کہیں لے لو

سوچو یہ کسی مول گرانی میں نہیں ہے

سَحَر ہوئی ہے تو پھر نور آ گیا ہو گا

سَحَر ہوئی ہے تو پھر نور آ گیا ہو گا
وہ آفتاب افق پر بھی چھا چکا ہو گا

امامِ مہدیٔ آخر زماں کا وقت ہے یہ
پھر اب تلک تو یقیناً وہ آ گیا ہو گا

ہے کون جس کو زمانہ الگ سمجھتا ہے
کہ اس پہ کفر کا فتویٰ لگا دیا ہو گا

چھپے ہیں پردۂ ظلمت میں وقت کے عالِم
اُسی سے علم کا روشن دیا ہوا ہو گا

زمین اپنے خزانے اُگل کے رکھدے گی
فلک پہ شمس و قمر کو گہن لگا ہو گا

نمازیوں میں نہ ہوں گی ہدایت و تقویٰ
فساد ان کی رگ و پے سے پھوٹتا ہو گا

یہ وقت ہو گا کہ جب اونٹ ہوں گے سب بیکار
سمندروں میں ، ہوا میں گدھا چلا ہو گا

وبا زمین پہ پھیلائے گی تباہی اک
زمانہ دیکھ کے اس کو ڈرا ڈرا ہو گا

ذرا سا غور کریں تو سمجھ بھی سکتے ہیں
یہی وہ وقت ہے پھر وہ تو آ چکا ہو گا

نکل نہ جائے کہیں وقت اپنے ہاتھوں سے
اگر نہ مانا اسے پھر مواخذہ ہو گا

خدا کرے کہ اسے دیکھنے کو آنکھیں مَلیں
کسی کا دل جو منوّر کہیں ہوا ہو گا

ہمارا کام ہے طارق صدا بلند کریں
سنے گا فطرتاً جو نیک پارسا ہو گا

خود کو آزاد کر رہا ہوں اب

خود کو آزاد کر رہا ہوں اب
دل کو آباد کر رہا ہوں اب

صید کو میں نے کر دیا آزاد
قید صیّاد کر رہا ہوں اب

غور کر لیں تو کچھ سمجھ آئے
یہ جو ارشاد کر رہا ہوں اب

ٹوٹتے رشتے جوڑنے کے گُر
پھر سے ایجاد کر رہا ہوں اب

ناگہاں آگیا وہ رستے میں
جس کو پھر یاد کر رہا ہوں اب

میرا دامن تہی نہیں جب سے
کوئی دل شاد کر رہا ہوں اب

ہاتھ تھاما ہے جس نے رستے میں
اس کو استاد کر رہا ہوں اب

اس سے ملنے کا کوئی ساماں ہو
ذکر اوراد کر رہا ہوں اب

کوئی شکوہ نہیں کسی سے بھی
عرضِ روداد کر رہا ہوں اب

وہ جو ملتا ہے طارق آدھی رات
اُس سے فریاد کر رہا ہوں اب

سارا عالم دُہائی دیتا ہے

سارا عالم دُہائی دیتا ہے
کون کس کو خدائی دیتا ہے

ذرّہ ذرّہ گواہ تیرا ہے
دعوتِ رونمائی دیتا ہے

عشق بیٹھا تماش بیں کیوں ہے
حسن ہر سُو دکھائی دیتا ہے

سوچتا ہوں تری طرف آؤں
تُو ہی خود تک رسائی دیتا ہے

سامنے آ گئی ہو گر منزل
کس کو رستہ سُجھائی دیتا ہے

تُو جو شاہوں کے دل میں گھر کر لے
ان کو پل میں گدائی دیتا ہے

حسن تیرا ہی مجھ سے کم گو کو
دعوتِ لب کُشائی دیتا ہے

لطف تیری نگاہ میں جو ہے
شوقِ خامہ سرائی دیتا ہے

طارق اتنا بہت ہے تیرے لئے
وہ کہے جو سنائی دیتا ہے

تمہیں کب کسی نے کہا تھا یہ مرے گھر میں تارے اتار دو

تمہیں کب کسی نے کہا تھا یہ ، مرے گھر میں تارے اتار دو
جو کہا فقط تو یہی کہا ، مرے قرض سارے اتار دو

مری روح تو لئے درد ہے ، مرے دل میں سوزشِ کرب ہے
وہ سکون پائیں گے سب ادھر ، یہاں غم کے مارے اتار دو

مرے جانتے ہیں یہ مہرباں ، نہیں اب رہا کوئی گلستاں
نہیں پھول کوئی بچا اگر ، مجھے کانٹے سارے اتار دو

سبھی جانتے ہیں کہ ہاتھ میں چلا کون ہاتھ دیئے ہوئے
جو ہمارے سنگ نہ چل سکیں گے انہیں کنارے اتار دو

مرا سب سفر کٹا آندھیوں کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے
جو تھکے سنبھال کے بادباں ، جو ہیں رہ میں ہارے اتار دو

مرے خواب چھیننے آ گئے ، مری نیند بھی ہیں وہ لے اڑے
کہا کس نے تم سے کہ ذہن ودل سے وہ اپنے پیارے اتار دو

تمہیں جو ملیں یہاں نعمتیں وہ سبھی اِسی کے طفیل ہیں
ملے عاجزی سے مقام وہ کہ فلک کے تارے اتار دو

مجھے طارق آج نہ یہ کہو تمہیں آسماں نہ عطا ہوا
جو بلند اڑان کا شوق ہے تو یہ بوجھ سارے اتار دو

جیون ہے سانسوں کی ڈور پہ اڑتی جاتی ایک پتنگ

جیون ہے سانسوں کی ڈور پہ اڑتی جاتی ایک پتنگ
کیسے دیکھ فضا میں کٹ کر ہے لہراتی ایک پتنگ

کسی کسی کی ڈوری دور سمے تک اونچی اُڑتی جائے
گرے کسی کی کٹ کر اڑتے ہی بل کھاتی ایک پتنگ

کہے یہ اس سے میں بھی تُجھ پر جان نچھاور کر دوں گا
کوئی شمع جب دیکھے روشن آتی ایک پتنگ

جان لگا کر داؤ پر اس نے تو اونچا اُڑنا تھا
گھر بیٹھے آرام سے بھی تو چین نہ پاتی ایک پتنگ

سینے پر سے بوجھ کئے جب ہلکے تب اُڑ پائی ہے
نیچے تنہا بوجھ اٹھانے کہاں پہ جاتی ایک پتنگ

طارق روح کے بوجھ اگر ہلکے کردیتے دنیا میں
یہ بھی اڑتی عرش کی ہم کو سیر کراتی ایک پتنگ

دابّۃ الأرض نے اک حشر بپا رکھا ہے

دابّۃ الأرض نے اک حشر بپا رکھا ہے
جابجا شور قیامت کا مچا رکھا ہے

شہر کے شہر نے دستانے پہن رکھے ہیں
سب نے چہروں کو نقابوں سے چھپا رکھا ہے

خیر تُو یونہی دان چاہتا ہے

خیر تُو یونہی دان چاہتا ہے
اور اونچی اڑان چاہتا ہے

رات بھر جاگتا ہے تیرے لئے
وہ جو تیری امان چاہتا ہے

شعر

بیٹھ کر ریت پہ ساحل کی ترا نام لکھوں
پھر میں لہروں سے لڑوں اس کو مٹا دیں نہ کہیں

شعر

مرے کچھ مہربان نالاں ہیں اتنے ڈاکٹر سے اب
حکیموں کے سبھی نسخے انہیں اکسیر لگتے ہیں

شعر

یہ غزلیں گیت نغمے جو کہ بکھرے ہیں فضاؤں میں
سراپا حسنِ کامل کی مجھے تحریر لگتے ہیں

شعر

اس کے ہر ایک محلّے میں تمہارا گھر تھا
شہر اک ہم نے تصوّر میں جو آباد کیا

پنجابی غزل

کدی آ کے تے مل سانوں ، ساڈا تیرے نال پیار ماہیا
جپھی پا کے تے ٹھنڈ پیئندی، توں ایں ساڈا منٹھار ماہیا

ساتھوں ہور ناں پُچھ اڑیا، کینویں لنگدے نیں پل گھڑیاں
دل تیرے نال لا بیئٹھے ، کیتے قول تے قرار ماہیا

سانوں رئیندی اے اُڈیک تیری ، ہوئے کیہڑے ویلے دید تیری
تُوں جے کر دیں اشارہ اک وی ،دیہئے سارا کجھ وار ماہیا

جند تیرے ناں جُو کر دتّی ،گلّ کل دی تے اَج دی اجئ!
ساڈے نقداں دے سودے نیں، اساں رکھے ناں اُدھار ماہیا

تیرے بیلی دا تے ناں وی ناں لئو ،کہندے اوہدا تے نہ کلمہ پڑھو
اسیں دیسوں پردیس ہوئے، گلّ ہوئی وسّوں باہر ماہیا

لُٹ پئھلیاں وی پائی سی ، تیرے بندیاں نوں دُکھ دے کے
تیرے باجھوں تے ہنیر ہوئے، جیہڑی آئی سرکار ماہیا

ربّ ولّوں ملی جیہڑی ، ایہہ سوغات خلافت دی
اسیں تیرے پچھے چل نیں آں، تُو ں ساڈا سردار ماہیا

توں ایں رُکھ ، تیرے پھل کھا کے بیٹھے تیرے ہیٹھ رئینے آں
پکھیّ ڈار اچ اڈ نیں آں ، ساڈی اُچّی اے اُڈار ماہیا

ہور کدرے وی جانا نئیں تیتھوں دُکھ تے لُکانا نئیں
اسیں تیرے بُوہے آ بیٹھے ، ساڈا تیرے تے حصار ماہیا

طارق ڈر دا تے رئیندا اے ، دل کَمب کمب بئیندا اے
پکھی کھُنج گئے نیں راہواں اوہ ،جیہڑے چھڈ بیٹھے ڈار ماہیا



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والد کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "لبِّ لباب" مارچ 2021 میں آیا تھا۔ **"ہم قدم، دم بدم"** ان کا دوسرا مجموعہ کلام ہے۔



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والد کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "لبِ لباب" مارچ 2021 میں آیا تھا۔ **"ہم قدم، ومِ بدم"** ان کا دوسرا مجموعہ کلام ہے۔